ABSTRACT

Transfer of property Act is an act which came into existence in 1882. The short title of the act is "Transfer of property Act 1882". This act was made by Indian Legislative Department and was extended in first instance to whole of Britsh India except the territories respectively administrated by the Governor of Bombay in council, the Lioutenant Governor of the Punjab the chief commissioner of Britsh India. It was forced on Ist July ,1882 and time to time it was being ammended.[*]

'Rehn' mean to pledge a property under detention and suspension in consideration of a right available against its owner and which may be satisfied out of that property. It is merely a security against the loan or sale which was demanded by the banks or traders etc. According to the majority of Muslim jurists the pledged property assumes the status of trust in the hand of mortgagee. So pledged property should be valuable and should be given in the possission of mortgagee whether possession is physical or constructive.

The article has many espect as under:

*Importance of possission in mortgage

**Utilization of mortgage

***Condition in mortgage's pect

****verious kinds of mortgage mentioned in property act 1882,under chapter 4 and

their authenticity in the source of classical as wel as modern Islamic Economic system.

The legitimacy of the topic was explained according to the text of Qur'n , Sunnah, Ijma and in the light of Islamic Juresprodence opinions.

---

*For more detail please see: http://www.archive.org/d etails/ transferpropert00deptgoc

قانون انتقال جائیداد ۱۸۸۲ء کے تناظر میں اقسام رہن کا شرعی وتحقیقی جائزہ

ڈاکٹر حافظ عابد محمود نظامی☆

۱۸۸۲ء کے قانون انتقال جائیداد کا تعارف وتاریخی پس منظر: انگریزوں کے ہندوستان پر راج میں قانون انتقال جائیداد ۱۸۸۲ء کے نام سے ایک قانون بنایا گیا، یہ قانون آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، اس کے باب نمبر چار میں قابل انتقال جائیداد کو رہن رکھنے کے قواعد وضوابط بیان کئے گئے اور دفعہ ۵۸ کی سیکشن اے میں رہن، راہن، مرتہن، مرہونہ رقم اور سامان رہن کی وضاحت کی گئی، اور سیکشن بی سے ایف تک اقسام رہن کو بیان کیا گیا، یہ قانون انگریز راج دہانی میں یکم جولائی ۱۸۸۲ء کو نافذ ہوا۔

عربوں میں رہن رکھنے کا رواج تھا اسلام نے ان کے اس رواجی قانون کو برقرار رکھا اور اس میں پائی جانے والی خرابیوں کو دور کیا، ابتداء اسلام تا عہد حاضر رہن قرض کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا رہا، موجودہ دور کے بینکاری نظام اور مالیاتی اداروں کا دارومدار قرض پر ہے جس کے لئے رہن کو بطور سیکورٹی استعمال کیا جا رہا ہے، ذیل میں رہن کا مفہوم قرآن وسنت اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں رہن کی قانونی حیثیت کا تعین کیا جائے، نیز ۱۸۸۲ کے قانون انتقال جائیداد میں مذکور اقسام رہن کا تعارف، شرعی جائزہ اور اطلاق جدید پیش کیا جائے گا۔

۱۔ رہن کا لغوی مفہوم:

رھن، مرھون کے معنی میں ہے جس سے گروی شے مراد ہے، اس کی جمع رھان اور رُھُن ہے(۱)۔

"رھنته الشیء" و"ارھنتیه الشیء" دونوں کا معنی ایک ہے یعنی میں نے اس کے پاس چیز رہن رکھی (ملخصا)(۲)

ابن سیدۃ نے: "رھنسه" کا معنی "أدامـه" سے کیا ہے یعنی اس نے ہمیشہ رکھا۔(۳) کہا جاتا ہے: "ارھنـت لهم الطعام والشراب" یعنی میں نے ان کے لئے کھانے پینے کا مستقل ذمہ لیا، ایسے کھانے کو 'طعام راھن' کہا جاتا ہے۔(۴) جس میں ثبوت اور دوام کے معانی پائے جاتے ہیں، اس لئے رہن کے لفظی معنی حبس کے ہوئے۔(۵)

فقہاء میں سے ماوردی، مرغینانی اور کاسانی وغیرہم کی رائے میں رہن شے کے روکنے کا نام ہے، ہدایہ میں ہے: "الرھن لغةً حبس الشیء بای سبب کان"(۶) سبب کوئی بھی ہو مطلق شے کے روکنے اور قید کرنے کو رہن کہتے ہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی نے لکھا ہے: "الرھن هو فی اللغة: مطلق الحبس"(۷) محبوس اور گروی کے معنی کی تائید قرآن وسنت سے ہو رہی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "کل نفس بما کسبت رھینة"(۸) کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج کہوٹہ، ضلع راولپنڈی۔ موبائل نمبر 0307.5530520
E-mail:hafizabidmahmood@hotmail.com

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر میں مؤمن کی جان قرض کی وجہ سے قید رہے گی، حتی کہ اس کی طرف سے قرض کو ادا کر دیا جائے :"نفس المؤمن مرهونة بدينه حتى يقضى عنه دينه"(۹) یعنی یہاں مرہونہ کے معنی "محبوس فی القبر" یعنی قبر میں بند رہنے کے ہیں۔

رہن کے دیگر معانی بھی انجام کار پہلے معانی کے مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں کیوں کہ محبوس ہونا بھی اپنی جگہ پر قائم رہنا اور وہاں سے نہ ہٹنا ہے۔(۱۰) چنانچہ مرہونہ قرض دینے والے کے ہاتھ میں اس وقت تک قید رہتی ہے، جب تک وہ اپنا قرض وصول نہ کر لے۔ مرتہن کو رہن پر محض قبضے اور حبس کا حق ہے۔ مرتہن کا انتفاع حبس اور قبضے کے خلاف ہے، اسی پر رہن کے لغوی معنی دلالت کرتے ہیں اور یہی لغوی معنی شرعاً بھی ملحوظ ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رہن میں ثبوت و دوام، گروی رکھنا، محبوس کرنا، ہمیشہ کا ذمہ لینا کے معانی پائے جاتے ہیں اور یہ ثلاثی مجرد یا مزید فیہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس کے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ رہن کی اصطلاحی تعریف:

دیب الحضری نے قاموس الفاظ الاسلامیۃ میں رہن کے متعلق لکھا ہے:

[Rahn] pledging or pawning .A legal term which signifies the determination of a thing on account of a claim which may be answered bey means of that thing.[11]

مذکورہ تعریف سے معلوم ہوتا کہ رہن ایک قانونی اصطلاح ہے، اور مالی مطالبہ کی وجہ سے کسی شے کے قید کرنے اور روکنے کو ظاہر کرتی ہے، اور اس مطالبہ کو اس چیز سے پورا کیا جاتا ہے۔

علامہ سید شریف جرجانی نے لکھا ہے:"الرهن في الشرع حبس الشيء بحق يمكن اخذه منه كالدين" (۱۲) شریعت میں رہن حق کے بدلے میں شے کو روکنا ہے، جس سے حق کا وصول کرنا ممکن ہو جیسے دین۔

مجلّہ میں ہے:"الرهن حبس مال وتوقيفه في مقابل حق يمكن استيفاؤه منه ويسمى ذلك المال مرهونا ورهنا" (۱۳) رہن مال کا روکنا ہے، اور رہن کو مال کے مقابلے میں روکنا ہے تا کہ حق کی ادائیگی اس مال سے ممکن ہو سکے، ایسے مال کو مرہون یا رہن (گروی شدہ) کہتے ہیں۔

قانون انتقال جائیداد ۱۸۸۲ء میں دفعہ ۵۸ سیکشن اے رہن کی تعریف یہ کی گئی:

"A mortgage is a transfer of an interest in specific immoveable property for the purpose of securing the payment of money advanced or to be advanced by the way of loan ,an existing or future debt ,or the performence of an angagement which may give rise to a pecuniary liability"[14].

رہن سے مراد انتقال حقیت و مفاد ہے جو کسی خاص غیر منقولہ جائیداد سے متعلق ہو اور جس کے ذریعہ سے اس روپے کی

ضمانت مقصود ہو جو پیشگی دیا گیا ہو یا بطور قرض دیا گیا ہو خواہ وہ قرض موجود ہو یا آئندہ کسی ایسے انتظام کی تکمیل ہو جو مالی ذمہ داری پیدا کرے۔

رہن کی اس تعریف میں مفاد یا حقیت کے انتقال کی بات کی گئی شرعی لحاظ سے مرتہن شے مرہونہ کا مالک نہیں بن سکتا وہ اس کی بیع کا اختیار رکھتا ہے، نیز اس تعریف میں مرہونہ کو قبضہ میں دینے کا کوئی مفہوم بیان نہیں ہوا، جبکہ شرعی رہن میں قبضہ دینا شرط ہے۔

تمام مکاتب فکر کے فقہاء نے رہن کی اپنے اپنے انداز میں اصطلاحی تعریف کی ہے، طوالت اور موضوع سے صرف نظر کے خوف کی وجہ سے محض چند تعریفات بیان کی ہیں۔

ادلہ اربعہ کی روشنی میں جواز رہن:

قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے رہن کا جواز ثابت ہے، جس کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے:

(الف): رہن قرآن حکیم کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں واضح طور پر رہن رکھنے کا حکم ملتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍوَّلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًافَرِهٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ط فَأِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًافَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ"(۱۵)

اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے، تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنا پر معاملہ کرو) پھر اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتبار ہو، تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے، کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

(ب): رہن سنت نبی ﷺ کی روشنی میں:

رہن کے حوالے سے متعدد صحابہ اور صحابیات سے منقول احادیث ملتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: **"اشتری رسول ﷺ طعاماً من یهودی بنسیئة و رهنه درعاً له من حدید"** یعنی حضور ﷺ نے یہودی سے ادھار پر طعام خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔ آپ ﷺ کی ایک روایت میں ہے:

"توفی النبی ﷺ و درعه مرهونة عند یهودی بثلا ثین صاعامن شعیر"(۱۶)

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ تیس صاع (۱۷) جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

اسی طرح یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت اسماء بنت یزید (۱۸) اور حضرت انس رضی اللہ عنھم سے متعدد الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔ بخاری، نسائی اور سنن ابن ماجہ میں انسؓ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے متعدد الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ کے زیر کفالت اس وقت نو گھرانے تھے اور ان کے لیے صبح شام کے لیے صرف ایک صاع کھانا تھا۔ (۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا کہ جب آپ ﷺ کا وصال ہوا، تو آپ کی زرع تیس صاع جو کے بدلے میں رہن تھی۔ (۲۰)

۲۔ انتفاع رہن کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو روایات منقول ہیں، ان کی پہلی روایت میں رسول ﷺ نے فرمایا:

''الظهر يركب بنفقته اذاكان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته اذا كا ن مر هو نا وعلى الذى يركب ويشرب النفقة'' (۲۱)

گروی رکھے ہوئے سواری کے جانور پر اس کے خرچے کے بدلے سواری کی جائے گی اور اس کا دودھ استعمال کیا جائے گا اور جو شخص سواری کرے گا یا دودھ کو پیئے گا جانور کا خرچا اس کے ذمہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے، کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''الرهن مركوب ومحلوب'' (۲۲) گروی جانور سواری کیا ہوا اور دودھ دوہیا ہوا ہے۔

۳۔ جب رہن کی مدت پوری ہو جائے تو اس کو روکا نہیں جائے گا اس حوالے سے حضرت معاویہ بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لايغلق الرهن وان رجلا رهن دارًا بالمدينة الى اجل فلما جاء الا جل قال الذى ارتهن هى لى فقال رسول الله ﷺ لايغلق الرهن'' (۲۳)

رہن کو بند نہیں کیا جائے گا اور ایک شخص نے مدینہ منورہ میں مقررہ مدت کے لیے گھر رہن رکھا، جب مدت پوری ہوئی، تو مرتہن نے کہا کہ یہ گھر میرا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ رہن کو بند نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ ہلاکت رہن کے حکم پر حضرت عطاء سے روایت ہے:

''ان رجلارهن فرسا فنفق فى يده فقال رسول ﷺ للمر تهن ذهب حقه'' (۲۴)

ایک شخص نے مرتہن کے پاس گھوڑا رہن رکھا، جو اس کے قبضہ میں مر گیا، تو حضور ﷺ نے مرتہن سے فرمایا، کہ اس کا حق ختم ہو گیا۔

۵۔ ضمان رہن کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''الرهن بما فيه'' [25] رہن اس قرض کے بدلے میں ہے، جس کے عوض مال رہن رکھا گیا۔

اس کے علاوہ رہن پر صحابہ کرام اور تابعین کے متعدد اقوال ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مال مرہون میں کچھ زائد

ہواور اس کوئی بلا یا آفت لاحق ہوجائے، تو رہن اس قرض کے بدلے میں ہے جس کے عوض مال رہن رکھا گیا، اور اگر کوئی نقصان نہیں پہنچا تو زائد مال واپس کر دیا جائیگا۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض سے زیادہ میں مرتہن امین ہے اور اگر مال مرہون قرض سے کم ہو، تو راہن پورا حق ادا کرے گا۔

(ج): رہن اجماع امت کی روشنی میں:

سفر میں رہن کے جواز پر فقہاء امت کا اجماع ہے (۲۶) البتہ اس میں اختلاف رائے اس امر میں ہے، کہ حضر یعنی اقامت میں رہن جائز ہے یا نہیں؟ ابن منذر کے بقول مجاہد کے علاوہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (۲۷) **موسوعة الاجماع** میں ہے کہ ضحاک، مجاہد اور ظاہریہ نے آیت رہن سے استدلال کرتے ہوئے، کہا کہ رہن رکھنا صرف سفر میں ہی جائز ہے۔ (۲۸) جمہور فقہاء نے حضور ﷺ کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سفر اور حضر دونوں میں رہن کو جائز قرار دیا، ان کی رائے میں سفر کی قید اس لئے لگائی گئی کہ رہن کی زیادہ ضرورت سفر میں ہوتی ہے، کیوں کہ عموماً سفر کی حالت میں کاتب کا فقدان ہوتا تھا۔ (۲۹)

(د): رہن قیاس کی روشنی میں:

کفالت بالاتفاق جائز ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ حق واجبی کفیل سے وصول کر لیا جائے، تو کفالت کی وجہ سے وصول یابی کی جانب میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے، اسی طرح رہن کی وجہ سے حق کو وصول کرنے کی جانب پختہ ہو جاتی ہے، تو رہن کو کفالت پر قیاس کیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ جیسے کفالت جائز ہے، ایسے ہی رہن بھی جائز ہے۔ (۳۰)

نتائج بحث:

رہن سفر اور حضر دونوں میں جائز اور ادلہ اربعہ سے ثابت ہے، قرآن حکیم میں واضح طور پر سفر میں رہن رکھنے کا حکم ملتا ہے، جبکہ اقامت کی حالت میں رہن کا ثبوت سنت نبوی ﷺ سے واضح ہوتا ہے، اسی وجہ سے سفر اور حضر دونوں میں رہن رکھنے پر صحابہ اور آئمہ کا اجماع ہوا ہے، رہن کا حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں ہے، زمانہ قدیم کی طرح آج کل کاتب اور کتابت کا فقدان نہیں رہا، لہذا معاملہ رہن خواہ سفر میں کیا جائے یا اقامت میں، اس کو لکھ لیا جائے اور اس پر گواہی قائم کر لی جائے تو زیادہ مفید ہے۔

مالی نظام میں رہن کی حیثیت:

مالیاتی اداروں میں مختلف مقاصد کے تحت قرضے دیے جاتے ہیں، جن میں متعدد نوعیتوں کی ضمانتیں درکار ہوتی ہیں، جن میں شخصی ضمانتیں، ذاتی ملکیتی جائیداد کی ضمانتیں، اشیاء رہن کی ضمانتیں وغیرہ شامل ہیں۔

عہد حاضر کے بینکوں، مالیاتی وتجارتی اداروں اور عوام الناس میں رہن کا چل چلاؤ بہت زیادہ ہے، بیوع میں بھی لوگ رہن سے کام لیتے ہیں اور گارنٹی دیتے ہیں۔

۱۸۸۲ء کے قانون انتقال جائیداد میں مذکور اقسام رہن:

۱۸۸۲ء کے قانون میں رہن کی سات اقسام کا ذکر ملتا ہے، جو اس وقت پاکستان کے عدالتی نظام کا حصہ ہیں، ان میں سے چند اقسام موجود نظام بینکاری میں بھی پائی جاتی ہیں ذیل میں ان اقسام کی شرعی حیثیت اور اطلاق جدید پر بحث کی گئی ہے:

رہن خالص/سادہ رہن (Simple Mortgage s.58,b):

قانون مذکورہ کی نظر میں رہن سے مراد کسی غیر منقولہ (Immovable) خاص جائیداد میں انتقال حقیت یا ملکیت ہے، جو کسی موجودہ قرضہ یا کسی عہد کی تعمیل یا کسی ذمہ داری کی ادائیگی کے اطمینان کی خاطر پیدا ہوتا ہے۔ (۳۱) رہن، بیع کی طرح انتقال ملکیت کا ایک عمل ہے، جس سے خواہش مند شخص اپنی جائیداد کو کسی دوسرے کے پاس رہن رکھ کر مرتہن کو اس بات کا اختیار دیتا ہے، کہ وہ اس قرض (زر رہن) کی وصول یابی، اس جائیداد کو...... فروخت کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ (۳۲)

رہن کی اس قسم میں مرتہن کو قبضہ نہیں دیا جاتا ہے، بلکہ راہن خود کو قرض کی ادائیگی کا پابند کرتا ہے...... اگر وہ معاہدے کے مطابق رقم کی ادائیگی نہ کر سکے، تو قرض کی رقم کو پورا کرنے کے لئے مرتہن کو فروخت کا اختیار ہوتا ہے۔ (۳۳) مرتہن عدالت میں شے مرہونہ کی بیع کا دعویٰ دائر کروائے اس کے بعد اس کو اس کو اس منقولہ جائیداد مثلاً ٹرک وغیرہ کے فروخت کا اختیار ہوگا، اور رہن کا حکم دستاویز کے رجسٹر کروانے کے بعد نافذ ہوگا، اگرچہ قرض کی قیمت سو روپے سے کم ہی کیوں نہ ہو، اور رہن کا حکم دستاویز کے رجسٹر کروانے کے بعد نافذ ہوگا، اگرچہ قرض کی قیمت سو روپے سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ (۳۴) اس رہن میں کسی مرحلے پر مالکانہ حقوق مرتہن کو منتقل نہیں ہوتے...... اس معاملے کو رہن خالص اور مرتہن کو مرتہن خالص کہتے ہیں۔ (۳۵)

رہن کی یہ قسم اسلامی ممالک کے قوانین میں ملتی ہے اس کو ''الرھن السائل'' (Floating Mortgage)، ''الرھن الساذج'' (Simple Mortgage) اور ''الذمۃ السائلۃ'' (Floating Charge) کا نام دیا جاتا ہے، مثلاً مدیون اپنی گاڑی دائن کے پاس بطور رہن رکھوائے، لیکن گاڑی بدستور مدیون (راہن) کے قبضہ میں رہے اور وہ اس کو اپنی ضرورت کے مطابق استعمال بھی کرتا رہے، لیکن جب تک راہن مرتہن دائن کا قرض ادا نہیں کریگا، اس وقت تک وہ اس گاڑی کو آگے فروخت نہیں کر سکتا اور اگر راہن مرتہن کا دین ادا کرنے سے قاصر ہو جائے، تو پھر مرتہن کو اس گاڑی کے بیچنے کا اختیار ہوگا، اس بیچنے کے حق کو ''الذمۃ السائلۃ'' (Floating Charge) کہا جاتا ہے۔ (۳۶)

رہن سائل (Floating Mortgage) میں کلائنٹ مرہونہ چیز مثلاً مشنری یا گاڑی وغیرہ کے صرف کاغذات بینک کے پاس رکھوا دیتا ہے، بس یہ شرعاً جائز ہے اسے چارج (Charge) پیدا (Creat) کر لینا کہتے ہیں۔ (۳۷)

ڈاکٹر عبدالکریم نے لکھا ہے کہ غیر منقولہ (Immovable) جائیداد میں کاغذات ملکیت کے قبضہ میں آجانے کو جائیداد کے قبضہ میں آجانے کے مترادف مانا جا سکتا ہے۔ (۳۸)

وضعی قانون میں قرض کی ادائیگی کے وقت مرتہن منافع کا حقدار ہوگا، جبکہ شریعت قرض پر منافع کو ربا قرار دیتے ہوئے حرام کہتی ہے، اسی طرح سادہ رہن میں مرتہن کو قبضہ نہیں دیا جاتا جبکہ شرعی قانون میں رہن کے صحیح ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے، جیسا کہ آیت رہن میں: "فرھٰن مقبوضة" (۳۹) کے الفاظ آئے ہیں اسی بناپر فقہاء نے رہن میں قبضہ کی شرط لگائی ہے۔ (۴۰)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے:

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے میں رہن بدون قبضہ جائز نہیں ہے۔ (۴۱)

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رہن کی اس قسم پر اپنی کتاب فقہی مقالات میں تفصیلی بحث کی ہے۔ (۴۲) آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ قبضہ ہونے کے بعد راہن شے مرہونہ کو مرتہن کی اجازت سے عاریتاً واپس لے سکتا ہے، اس سے رہن فاسد نہیں ہوتا اور مرتہن کو شے کے واپس لینے کا حق رہتا ہے...... مگر رہن کی اس قسم میں مرتہن کو سرے سے قبضہ ہی نہیں دیا گیا، کیا اس صورت میں اس پر عاریت کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟...... فقہاء کی رائے کے بقول اس پر عاریت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس لئے کہ رہن کی صحت کیلئے قبضہ شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پایا جاتا...... آپ نے عہد حاضر کے فقہاء کو چند امور پر غور وفکر کی دعوت دی ہے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ رہن السائل میں ملکیتی دستاویز پر قبضہ کیا جاتا ہے احتمال ہے کہ اس سے رہن تام ہو جائے اور پھر شے بطور عاریت راہن کے پاس رہے۔

۲۔ قبضہ کے شرط ہونے کی علت، مرہونہ کو بیچ کر دین وصول کرنا ہے اور رہن السائل میں ایگریمنٹ کے تحت مرتہن کو یہ سہولت میسر ہے، لہٰذا یہاں حسی قبضہ نہ ہونے کے باوجود قبضہ کا مقصد حاصل ہو رہا ہے۔

۳۔ مقصد رہن توثیق دین ہے اگر دائن خود شے کو راہن کے قبضہ میں رہنے دے اور اس سے صرف اپنے دین کی وصولی کا حق باقی رکھے تو اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

۴۔ رہن السائل میں راہن اور مرتہن دونوں کا حق محفوظ ہے، راہن انتفاع سے محروم نہیں ہوتا اور مرتہن کا حق ایگریمنٹ کے تحت اس شے سے وابسطہ اور محفوظ ہو جاتا ہے، اور وہ دوسرے غرماء کے مقابلے میں اس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

۵۔ موجودہ عالمی تجارت میں بائع اور مشتری کے لئے بُعد فاصلہ کی وجہ سے مرہونہ پر قبضہ مشکل ہے، اس پر اخراجات زیادہ آتے ہیں، لہٰذا توثیق دین کے لئے رہن السائل کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔

مفتی صاحب کا رجحان رہن السائل کے جواز کی طرف ہے، لیکن انہوں قطعی فیصلے کو علماء پر چھوڑا ہے۔ (۴۳)

نتائج بحث اور ترجیحی رائے: مفتی صاحب کی رائے صائب معلوم ہوئی ہے، کیوں کہ کتاب وسنت میں قبضہ کی حقیقت اور اس کی کوئی خاص صورت مقرر نہیں کی گئی، گویا شریعت نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے عرف کو اصل قرار دیا ہے، لہٰذا ہر عہد کے مروجہ طریقوں اور اشیاء کی مختلف انواع کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت متعین ہوگی۔ (۴۴)

جدید معاملات کے شرعی احکام میں ہے کہ جس طرح مشتری (Customer) اپنی مملوکہ اشیاء رہن رکھوا سکتا ہے، اسی طرح ان اشیاء کی دستاویز اور کاغذات کا رہن رکھوانا جائز ہے۔(۴۵)

مرتہن کو مروجہ وثائق کے ذریعے توثیق دلوائی جا سکتی ہے، اور دستاویز کے ذریعے شے کو قرض کے لئے مختص کیا جا سکتا ہے ،تا کہ اس کا حق ہر اعتبار سے محفوظ رہے۔قرض کے لئے شریعت نے دستاویز لکھنے کا حکم دیا ہے، جہاں دستاویز لکھنے کا بندوبست نہ ہو وہاں دستاویز کے متبادل کے طور رہن رکھنے کا حکم ہوا ہے،اس عہد میں سامان کتابت ہر جگہ موجود ہے، لہٰذا دستاویز لکھ کر دستاویز پر معاہدہ کیا جائے اور قرض کی ادائیگی کو قرض لینے والے کی کسی شے کے ساتھ بطور شرط خاص کر دیا جائے، کیوں کہ اس شرط سے قرض لینے والے کو کوئی نقصان نہیں اور قرض دینے والے کا حق بھی محفوظ ہو جائے گا۔

(۲) رہن بذریعہ حوالہ دستاویزات حقّیت :

:(Mortgage by deposit of title - deeds 58F & 96)

جب کوئی شخص اپنے دائن یا اس کے نائب کو اپنی غیر منقولہ (Immovable) جائیداد کی ملکیتی دستاویزات رہن کے طور پر دے تو اس کو رہن بذریعہ حوالہ دستاویزات حقّیت کہتے ہیں۔(۴۶) اس دستاویز کی حیثیت گارنٹی (Guarantee) کی ہوتی ہے جب راہن زر رہن واپس کرتا ہے تو مرتہن دستاویز راہن کو واپس کر دیتا ہے، عموماً ایک کاغذ پر قرض اور اس کی شرائط درج ہوتی ہیں۔(۴۷) جائیداد غیر منقولہ (Immovable) میں کاغذات کا قبضہ میں آجانا جائیداد کے قبضہ میں آجانے کے مترادف ہے۔(۴۸)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے میں رہن کی ایسی تمام اقسام ناجائز ہیں جن میں محض رہن کی دستاویز مرتہن کے حوالے کر دی جاتی ہے اور مرتہن کو رہن پر قبضہ نہیں دیا جاتا کیوں کہ رہن بدون قبضہ جائز نہیں ہے۔(۴۹)

ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی کی رائے میں شے مرہون کے کاغذات مرتہن کے پاس رکھوا دیئے جائیں تو یہ حکمی قبضہ کی ایک صورت ہوگی ، چنانچہ رہن سائل (Mortgage Floating) میں کلائنٹ مرہونہ چیز مثلاً مشنری یا گاڑی وغیرہ کے صرف کاغذات بینک کے پاس رکھوا دیتا ہے، یہ شرعاً جائز ہے اسے چارج (Charge) پیدا (Creat) کر لینا کہتے ہیں۔(۵۰)

کاغذی دستاویز پر مال کی تعریف صادق نہیں آتی نہ اس کو مال سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ مال کی محض سند ہے اس کے ذریعے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فلاں کے پاس اتنی مالیت ہے ,بذات خود دستاویز کوئی مال نہیں ہے۔(۵۱)

قانونی چارہ جوئی: عدم ادائیگی کی صورت میں مخصوص جائیداد سے وصول یابی عمل میں لائی جاتی ہے البتہ مرتہن عدالت کی اجازت کے بغیر جائیداد کو فروخت نہیں کر سکتا۔(۵۲) مرتہن عدالت کے حکم کے بغیر اموال مرہونہ کو فروخت نہیں کر سکتا کیوں کہ ایسا کرنا شریعت کے خلاف ہے۔(۵۳) شریعت میں رہن کی یہ قسم نہیں پائی جاتی ہے۔

عہد حاضر میں دستاویز، سندات اور دیگر وثائق کو جو قانونی حیثیت حاصل ہے وہ مسلمہ ہے، کرنسی وغیرہ جو سند کا درجہ رکھتی

ہیں اس کے پس پردہ قانون کی عملداری کارفرماء ہے اسی بناپر لوگ اس کا لین دین کرتے ہیں، یہی حال دیگر قانونی سندات کا ہے جن میں عدالتی وحکومتی توثیق ہوتی ہے، زمانہ قدیم میں سفر کے دوران مالی ضرورت پیش آتی جس کا حل رہن کے ذریعے دیا گیا اور اس کو قبضہ میں دینے کا مقصد توثیق دلانا تھا یہ توثیق ایسی دستاویز، سندات اور دیگر وثائق سے حاصل ہوسکتی ہے جن کے پیچھے عدالتی وحکومتی یقین دہانی موجود ہو۔

(۳) رہن بیع بالوفاء (Mortgage by Conditional Sale s.58,c & 59,67):

رہن بیع بالوفاء میں ابتداء رہن معاہدہ ہوتا ہے، مگر رہن کی یہ قسم حقیقت میں بیع ہے، اس میں قرض کی ادائیگی کی مدت طے کی جاتی ہے اور اگر مدت مقررہ تک قرض ادا نہ ہوسکے تو معاہدہ رہن، بیع کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

وضعی قانون میں رہن بیع بالوفاء کی تعریف:

جب راہن بظاہر منقولہ (Movable) شے مرہون کو اس شرط پر فروخت کرے، کہ اگر وہ مقررہ مدت تک قرض ادا نہ کر سکا، تو بیع نافذ ہو جائے گی، اور مدت کے اندر ادائیگی قرض کی صورت میں مشتری (Customer) جائیداد بائع (Seller) کو واپس منتقل کردے گا، اس کو بیع بالوفاء اور مرتہن کو مرتہن بیع بالوفا (Mortgagee by the way of Condition Sale) کہتے ہیں۔ (۵۴) اس کو بیع بشرط واپسی بھی (Sale With The Condition of Repurchase) کہتے ہیں۔

لوگ قرض کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنا مکان یا دکان یا زمین اس شرط پر فروخت کرتے ہیں، کہ مکان وغیرہ کی قیمت چھ ماہ یا سال کے بعد مشتری (Customer) کو واپس کر کے اپنا مکان واپس لے لیں گے، پھر وہ مکان بدستور مقروض بائع (Seller) کی ملک میں آجائے گا فقہاء (احناف) اس کو بیع الوفاء (۵۵) اہل بخارا و اہل مصر بیع الامانت، شافعیہ اس کو رھن المعاد اور اہل شام اس کو بیع الاطاعۃ کہتے ہیں۔ (۵٦)

المجلہ میں ہے: "**بیع الوفاء هو البیع بشرط ان المشتری متی رد الثمن یرد البائع الیه المبیع**" [57]۔ بیع الوفاء وہ ایسی بیع ہے جو اس شرط سے ہو کہ مشتری (Customer) جب ثمن (Price) کو لوٹائے، تو بائع (Seller) اس کو مبیع (Sold) لوٹادے گا۔

بیع نامہ (Sale Deed) اور رہن بیع الوفاء میں فرق ہے، بیع انتقال ملکیت ہے...... جبکہ رہن بیع بالوفاء میں فریقین کے مابین قرض خواہ اور قرض دار کا تعلق ہوتا ہے، جو ادائیگی تک قائم رہتا ہے...... اور اس میں ملکیت کے بعض حقوق مرتہن کو منتقل ہوتے ہیں۔ (۵۸) اگر مقررہ معیاد کے اندر راہن زر رہن ادا کر دے، تو جو حق ملکیت کی منتقلی از روئے رہن نامہ ہوئی تھی، وہ فسخ (Cancel) ہوجاتی ہے، راہن بذریعہ عدالت جائیداد مرہونہ کو اپنے نام منتقل کروئے گا۔ اور مرتہن حق ملکیت راہن کے نام منتقل کرانے کا قانوناً پابند ہوجاتا ہے رہن نامہ شروع سے ہی ظاہری طور پر بہ شکل بیعنامہ ہوتا ہے، لہذا اگر رہن نامہ میں راہن معیاد مقررہ

میں زرِ رہن ادا نہ کر سکے، تو مذکورہ رہن نامہ بیع نامہ کی غیر مشروط شکل اختیار کر لیتا ہے......اس صورت میں حق ملکیت قانونی طور پر مستند کروانے کے لئے مرتہن کو عدالت میں دعوی دائر کرنے اور عدالتی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جائیداد فروخت کر کے قرضہ وصول کرنے کا اختیار ہے......رہن کی اس قسم میں مرتہن کو مرہونہ کا قبضہ نہیں ملتا......اگر زرِ رہن ۱۰۰ روپے سے کم ہو، تو اس کی دو صورتیں ہیں :اولا، جائیداد مرہونہ کا قبضہ مرتہن کو دینا پڑتا ہے۔ ثانیا، دستاویز رہن کی حسب ضابطہ رجسٹری کرانا پڑتی ہے، زرِ رہن ۱۰۰ روپے یا اس سے زائد ہو تو دستاویز کا رجسٹر ہونا اور حاشیے کے گواہوں کے دستخط کا ہونا ضروری ہیں۔(۵۹)

بیع الوفاء بیع کے بیع یا رہن ہونے کے متعلق فقہاء میں اختلاف رائے ہے، ذیل میں ان دو پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا:

(الف) بیع الوفاء کا رہن ہونا:

اکثر فقہاء بیع الوفاء رہن کے رہن ہونے پر متفق ہیں۔(۶۰) رہن کے حکم میں اور بمنزلہ رہن کہا ہے۔(۶۱) بظاہر مشتری مگر مرتہن کے لئے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ اس خریدی ہوئی مرہونہ شے سے نفع حاصل کرے۔(۶۲)

ردالمختار میں اس کو ربا کی چال کہا گیا ہے......درحقیقت رہن ہے، اس میں (خریدار) مرتہن کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اور نہ ہی مالک کی اجازت کے بغیر وہ اس سے کسی قسم کا نفع حاصل کر سکتا ہے اور بلا اجازت جو وہ پھل وغیرہ کھائے گا یا تلف کرے گا اس کا ضامن ہے۔(۶۳) اس کے تمام احکام رہن کی طرح ہیں، اس بیع میں اور رہن کے احکام نہیں فرق نہیں ہے۔(۶۴) بلا اجازت نفع اٹھا رہا ہے۔

(ب) بیع الوفاء کا بیع ہونا:

بعض فقہاء کی رائے میں اس کا بیع ہونا صحیح ہے، کیوں کہ ان دونوں نے بیع کا لفظ استعمال کیا ہے اور لفظ کے بغیر صرف نیت کا اعتبار نہیں ہوتا......پس اگر لفظ بیع کا بولا رہن کا نہ بولا، تو جو لفظ بولا وہ ثابت ہوگا۔(ملخصا)۔(۶۵)

بیع الوفاء کا فاسد ہونا:

بعض فقہاء کی رائے ہے، کہ یہ بیع فاسد ہے کیوں کہ بائع (Seller) اور مشتری (Customer) کے مابین جو عقد ہوا ہے، وہ لفظ بیع سے ہوا ہے، اس لئے یہ رہن نہ ہوا، اور عقد میں عاقدین نے بیع میں فسخ (Cancelation) کی شرط کو بیان کیا، اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی۔(۶۶) یہ بیع اس وقت فاسد ہوگی، جب اس کے اندر شرط ہو اور وہ دونوں اس کو عقد لازم سمجھ رہے ہوں، اگر بیع کے اندر شرط نہ ہو، بلکہ بیع کے بعد واپسی کی شرط لگائی گئی ہو، تو بیع صحیح ہے، البتہ وعدہ کا ایفاء لازم ہے۔(۶۷) ردالمختار میں ہے کہ عقد ہونے کے بعد، فاسد شرط کا بیان کرنا، عقد کو فاسد نہیں کرتا۔(۶۸)

ردالمختار میں ہے:

"لو ذكر البيع بلا شرط ثم ذكرا الشرط على وجه العدة جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد"(۶۹)

اگر بیع کو بلا شرط بیان کیا، پھرانہوں نے وعدہ کے طور پر شرط کو بیان کیا، تو بیع جائز ہے اور وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے۔

الدرالمختار میں ہے:

"قیل بیع یفید الانتفاع به...... وعلیه الفتوی وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رهنا ثم ان ذکر الفسخ فیه او قبله او زعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا ولو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به ، لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس"۔(۷۰)

ایک قول ہے کہ بیع الوفاانتفاع کا فائدہ دیتی ہے......اس کے بیع ہونے پرفتوی ہے،بعض نے کہا کہ بیع الوفاء، لفظ بیع کے ساتھ ہے،اس لئے یہ رہن نہیں ہے،(کیوں کہ بیع اور رہن مستقل عقد ہیں اوران کے اپنے اپنے احکام ہیں) پھر جب بیع الوفا کے اندر یا قبل اس کے فسخ (Cancelation) کا ذکر کیا،یعنی شرط کیا، یا دونوں نے اس کو بیع غیرلازم خیال کیا،تو بیع فاسد ہوگی، اگر مذکورہ طریقے سے، بیع الوفا کے بعد فسخ کوذکر کیا،تو بیع جائز ہے،اوراس سے وعدے کا پورا کرنالازم آئے گا،اس لئے کہ وعدوں کا پورا کرنا،لوگوں کی حاجت کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

اگر واقع میں قطعی بیع کی ہواوراس میں (انتفاع) کی شرط ملحوظ نہیں، بیع سے جدا یہ ایک وعدہ ہولیا.....تو بیع صحیح ہوئی اوراس سے انتفاع مشتری (Customer) کو جائز ہے، ورنہ تحقیق یہ ہے، کہ وہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور اس سے مشتری(Customer) کا انتفاع حرام ہے،مثلاًکسی شخص نے ۱۰۰ روپے کے عوض کوئی شے فروخت کی اور باقاعدہ بیعنامہ لکھ کراور بیعنامہ سے پہلے یا بعد میں بائع (Seller) نے مشتری(Customer) سے یہ وعدہ لے لیا ،کہ جب میں تجھے تیرا ثمن (Price) پوراپوراادا کردوں،تو تو مجھے میری بیع واپس کر دینااورتا واپسی تو مبیع (Sold) سے فائدہ اٹھالے،تو یہ بیع قطعی اورصحیح ہے، البتہ اگر یہ معاہدہ عقد سے پہلے ہوا،تو عقد کرتے وقت یہ کہہ لیں، کہ ہم اس معاہدہ (انتفاع) سے باز آئے،اب قطعی بیع کرتے ہیں اور اگرعقد کے بعد معاہدہ ہوا،تو بصورت شرط نہ ہو، بلکہ صرف ایک وعدہ کے طور پر ہو،تو جائز ہے۔(ملخصا)۔(۷۱) بیع اور شرط دونوں صحیح ہیں،اس کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے:"**المسلمون عند شروطهم**"۔(۷۲)مسلمان اپنی شرطوں پر ہوتے ہیں۔

المجلہ میں ہے:"**وهو فی حکم البیع الجائز بالنظر الی انتفاع المشتری به**" (۷۳) باوجود اس کے کہ مشتری (Customer) اس سے انتفاع کرتا ہے، بیع الوفاء جائز بیع کے حکم میں ہے۔

فقہاء نے اکراہ میں اس کی اجازت دی ہے،اوراسی پر فتوی ہے[74]اس کو جائز بیع کہنے کی بنیاد شاید یہ ہے، کہ یہ بیع، ربا سے چھٹکارا پانے کی ضرورت کے لئے ہے۔(۷۵)

مجلّہ کی دفعہ ۳۲ میں ہے، کہ حاجت عامہ یا حاجت خاصہ،ضرورت کا درجہ پا جائے گی، اکثر احکام شرعیہ جو خلاف قیاس

ہوئے ہیں، ان کی بنیاد اسی حاجت پر ہے، جیسے کہ بیع الوفا، اس بیع میں ایک فریق کے نفع کی شرط لگائی جاتی ہے، اس لئے قیاس یہ چاہتا ہے، کہ یہ اس شرط کے موجود ہوتے ہوئے، بیع جائز نہ ہو، لیکن اہل بخارا پر کثرت دیون کی حاجت کے پیش نظر اسی طرح اہل مصر (کی حاجت بھی اس کے جواز کی متقاضی تھی) یہ حضرات اس کو بیع الامانت، شافعیہ اس کو رھن المعاد جبکہ اہل شام اس کو بیع الاطاعۃ کا نام دیتے ہیں۔(۷۶) رہن معاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب مرتہن کا قرض ادا ہو جائے تو یہ لوٹ کر راہن کی طرف جاتی ہے، بیع الامـانۃ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا صادر ہونا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درہم نے بائع کو امین جانتے ہوئے درہم دیئے اور بائع نے صاحب درہم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب وہ اس کو درہم دے گا تو وہ مبیع کو لوٹا دے گا، بیع الاطاعۃ کہنے کی وجہ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کی اطاعت ہے جس کی وجہ سے منعقد ہوتی ہے۔(۷۷)

نتائج بحث اور ترجیحی رائے:

رہن بیع بالوفاء قانونی اور رہن بیع بالوفاء شرعی میں احناف کی رائے میں دو اعتبار سے فرق ہے:

بیع بالوفاء قانونی میں اگر بائع (Seller) مشتری (Customer) سے یہ کہے، کہ اگر میں فلاں مدت تک زر رہن لایا تو ٹھیک ہے، ورنہ رہن بیعنامہ کی شکل اختیار کر لے گا اور تیری ملکیت میں منتقل ہو جائے گا، تو یہ صورت درست معلوم نہیں ہوتی، اس میں مشتری (Customer) کو رہن کا مستحق قرار دیا جا رہا ہے، جو غلق رہن ہے اور اس کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے۔

اس میں قرض کی ادائیگی کی مدت آنے پر مرتہن کو مرہون کے مالک بنانے کی شرط ہے اور یہ تملیک کو شرط کے ساتھ معلق کرنا ہوا اور تملیک شرط کے ساتھ معلق نہیں ہو سکتی۔(۷۸) لہٰذا شرط فاسد ہے، البتہ مشتری (Customer) کو بیچنے کا اختیار دینا، درست امر ہے اور اس کی بیع عدالت کی اجازت سے کرنا، راہن اور مرتہن کے حق میں زیادہ مفید ہے۔

اگر عاقدین نے واقع میں قطعی بیع کی ہو اور اس میں انتفاع کی شرط نہ رکھی ہو اور بعد میں بیع سے جدا یہ ایک وعدہ کر لیا ہو، تو بیع صحیح ہوگی اور اس سے انتفاع مشتری (Customer) کو جائز ہے، ورنہ تحقیق یہ ہے، کہ وہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور اس سے مشتری (Customer) کا ایسا انتفاع جو بلا اجازت اور مشروط ہو وہ انتفاع حرام ہے اور اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے۔

(۴) انگریزی رہن (English Mortgage S.58.c):

انگریزی رہن رہن بیع الوفاء سے ملتا جلتا ہے اس رہن میں، بظاہر اس میں جائیداد مرہونہ بیع کی جاتی ہے، راہن شخصی طور پر مقررہ تاریخ پر زر رہن ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، اور جائیداد مرتہن کے نام قطعی طور پر اس شرط کے ساتھ منتقل کر دیتا ہے، کہ اگر راہن نے معینہ مدت میں زر راہن ادا کر دیا، تو مرتہن جائیداد راہن کے نام منتقل کرنے کا پابند ہوگا......(۷۹) رہن اور اس کا قبضہ مرتہن کو منتقل ہوتا ہے، مرتہن کا قبضہ قرض لوٹانے تک ہوتا ہے، مرتہن بیع کا تقاضا کر سکتا ہے، لیکن مرہون کو لے نہیں سکتا۔(۸۰)

شرعی رہن میں مرتہن کو مرہون کا قبضہ ملتا ہے، ملکیت نہیں ملتی جبکہ انگریزی رہن (English Mortgage) میں مرتہن کو قبضہ مع ملکیت ملتا ہے، یہی وجہ ہے، کہ رہن کی اس قسم میں مرتہن مرہون سے انتفاع کرسکتا ہے، جبکہ شرعی رہن میں، مرتہن کے شے مرہون سے انتفاع سے متعلق چند حدود وقیود ہیں۔

(۵) رہن دخلی/رہن انتفاعی (Usufructury Mortgage s.58b,52,63):

رہن کی اس قسم میں مرتہن کو فوری قبضہ دیا جاتا ہے، یا راہن قبضہ دینے کا پابند ہوتا ہے، راہن کے زر رہن ادا کرنے تک شے مرہون مرتہن کے قبضہ میں رہتی ہے، زر رہن مع سود و دیگر مطالبات بے باق کیا جاتا ہے، ادائیگی کی معیاد مقرر نہیں ہوتی۔(۸۱) مرتہن کو مرتہن منتفع (Usufructury Mortgagee) کہتے ہیں..... مرتہن کا یہ قبضہ قرض کی ادائیگی تک رہتا ہے، قرضہ یا سود کے بدلے میں مرہون سے انتفاع یا اجرت لینا مرتہن کے حقوق میں سے ہے..... مرتہن جائیداد مرہون سے حاصل ہونے والی آمدنی اور منافع سے اصل زر رہن یا اس کا حصہ یا اس کے سود کی ادائیگی اور بیباقی کرنے کا مجاز ہوتا ہے، اور رہن آمدنی اور منافع وغیرہ سے بچا ہوا قرض بمعہ سود وصول کرنے کے بعد جائیداد مرہونہ کو واپس کر دیتا ہے..... مرتہن کی کوششوں سے اگر جائیداد مرہونہ میں اضافہ ہو، تو راہن کی رضامندی سے اضافے کے اخراجات کو بھی زر رہن میں شمار کیا جائے گا..... راہن کی طرف سے قرض کی ادائیگی پر شے مرہون کو چھڑایا جاتا ہے..... مرتہن قرض کی وصولی کے لئے مرہون کا مالک نہیں بن سکتا نہ ہی اس کی فروخت کرسکتا ہے..... سو روپے یا اس سے زیادہ کا قرض ہو تو وثیقہ رہن کو رجسٹرڈ کرانا ضروری ہے اور اگر کم ہو تو لازی نہیں ہے..... مرتہن جائیداد یہ فروخت کرسکتا ہے نہ نیلام، اگر جائیداد مرہون کا قبضہ نہ ملے یا قبضہ چلا جائے، تو قبضہ حاصل کرنے کا حقدار ہوتا ہے اور دفعہ ۶۸ کے تحت زر رہن کی وصول پائی کا دعویٰ بھی کرسکتا ہے، نیز قبضہ نہ ملنے کی صورت میں اسے جو جائیداد مرہونہ کی حق نیلامی کا حق ہے، اس کا مقدمہ دائر کرسکتا ہے۔(ملخصا)۔(۸۲)

مرتہن کے انتفاع کے متعلق فقہاء کی آراء اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

اولا: بلا اجازت راہن انتفاع: جمہور فقہاء احناف، مالکیہ اور شافعیہ کی رائے میں مرتہن شے مرہونہ سے انتفاع نہیں کرسکتا، انکی دلیل آیت رہن ہے، جس میں "مقبوضه" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مرتہن صرف قبضہ کرے گا اُسے تصرف اور استفادے کا اختیار نہیں ہے۔(۸۳)

دوسری دلیل حدیث: "لا یغلق الرھن" ہے، جس سے معلوم ہوتا کہ رہن کو اس کے مالک سے نہیں روکا جائے گا اس کی زیادتی اس کے لئے ہے اور اس کا نقصان بھی اس پر ہے، البتہ بعض فقہاء احناف کی رائے ہے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن انتفاع کرسکتا ہے۔(۸۴)

حنابلہ کی رائے میں دودھ اور سواری کے جانور سے کے نفقہ کے بدلے، بقدر نفقہ بلا اجازت میں انتفاع کرسکتا مگر اس میں انصاف کریگا (۸۵) ان کی دلیل حدیث: "الظھر یرکب" (۸۶) جس میں نفقہ کے بدلے میں مرتہن کو انتفاع کی اجازت دی گئی ہے۔

رہن میں شرط کی صورتیں:

رہن میں شرط کی تین صورتیں ہیں:

اولا: عقد رہن کے تقاضے کے مطابق شرط:

جس میں کسی کے لئے نقصان کا احتمال نہ ہو، اس طرح کی شرط عقد رہن ایسی شرط لگائی جا سکتی ہے جو عقد کو پختہ کرے اور عقد کے تقاضوں کے مطابق ہو یعنی خود عقد کی حقیقت اس شرط کے پائے جانے کا تقاضا کرے جیسے مرتہن یہ شرط لگائے کہ راہن جب تک شے مرہون اس کے حوالے نہیں کرے گا وہ قرض نہیں دے گا، نیز ہر وہ شرط جو تاجروں کے عرف (Custom) میں عقد کے اندر داخل سمجھی جائے، جیسے کوئی شخص قالین اس شرط پر خریدے، کہ دکاندار یہ قالین خریدار کے ہاں لگا کر دے گا۔ (۸۷)

شرح مجلّہ میں ہے کہ جو شرط شرعا نہ تو عقد کا مقتضی (Consequence) ہو اور نہ عقد کے مقتضی (Consequence) کی مؤید ہو اور نہ متعارف ہو اور نہ شریعت نے اس کو جائز کہا ہو، وہ شرط فاسد ہوگی۔ (۸۸)

ثانیا: رہن سے انتفاع کی شرط:

اگر واضح طور پر عقد رہن میں انتفاع کی شرط عائد کی تو اس حوالے سے مختصر افقہاء درج ذیل آراء ہیں:

۱۔ قرض کے مقابل رہن سے انتفاع کی شرط:

احناف کی رائے میں اگر رہن قرض کے مقابلے میں ہو، تو مرتہن کا عقد میں رہن سے انتفاع کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اس شرط سے قرض فاسد ہو جائے گا۔ (۸۹) انتفاع کی شرط حرام ہے۔ (۹۰) یہی امام مالک کی رائے ہے: "**ان کان الدین من قرض فلایجوز ذلک لانہ یصیر سلفا جر منفعة**" (۹۱) قرض میں منفعت کی شرط جائز نہیں کیوں کہ وہ نفع کو کھینچنے ولا ہو جائے گا جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے: "**کل قرض جر منفعة فھو وجه من وجوہ الربو**" (۹۲) احناف کی رائے میں رہن قرض کے مقابل ہو یا بیع کے مقابل ہو کسی صورت میں رہن سے انتفاع کی شرط نہیں لگا سکتے۔ (۹۳) شافعیہ: اگر مرتہن نے انتفاع کی شرط لگائی......تو یہ شرط باطل ہوگی۔ (۹۴) عقد بھی باطل ہے۔ (۹۵)

۲۔ بیع کے مقابل رہن سے انتفاع:

مالکیہ کی رائے میں رہن بیع کے مقابلے میں ہو تو مرتہن رہن سے انتفاع کی شرط لگا سکتا ہے......گھروں اور زمینوں میں ایک مقررہ مدت تک شرط لگانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ آپ نے حیوانات اور ملبوسات میں انتفاع کی شرط کو مکروہ کہا ہے، کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حیوان اور کپڑا کیسی حالت میں لوٹا جائے گا ابن قاسم نے کہا کہ حیوان وغیرہ میں شرط انتفاع میں کوئی حرج نہیں جب اس کی مدت مقرر کی جائے، کیوں کہ اس نے حیوان کو قیمت اور اس عمل کے بدلے میں یا کپڑے کو پہننے کے بدلے میں بیچا

ہے، یہ بیع اور کراء کو جمع کرنا ہوا اس میں کوئی حرج نہیں۔(۹۶) شافعیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ اگر منفعت مقدر یا معلوم ہو اور رہن، بیع میں مشروط ہو تو مرتہن کے لئے منفعت کی شرط لگانا درست ہے گویا کہ اس نے بیع اور اجارہ کو ایک معاملہ میں جمع کر دیا اور یہ جائز ہے۔(۹۷) شافعیہ کی رائے میں رہن بیع میں مشروط ہو جیسے وہ کہے کہ رہن کی منفعت میرے لئے سال کی ہوگی تو یہ ایک معاملے میں بیع اور اجارہ کو جمع کرنا ہے یہ جائز ہے۔(۹۷)

ثالثا: عرفا مشروط انتفاع:

اگر عرف میں رہن سے انتفاع پایا جائے تو لفظا انتفاع کی شرط عائد نہ بھی کی جائے، تب بھی رہن سے انتفاع ناجائز ہوگا کیوں کہ معروف کا حکم مشروط کی طرح ہوتا ہے۔

نتائج بحث:

رہن کی یہ قسم شرعی رہن سے ملتی جلتی ہے، شرعی قانون کی طرح شے مرہون قرض کی ادائیگی تک مرتہن کے پاس رہتی ہے، اور اس میں رہن کی بیع کر کے ادائیگی قرض کی جاتی ہے، جملہ منافع جات راہن کے ہیں اور اسکی اجازت سے ان میں تصرف کیا جاسکتا ہے، البتہ منفعت کا ربا سے بدل کے طور پر لینا یہ شرعی نہیں ہے، بلکہ حدیث: ''کل قرض جر نفعا'' کے تحت حرام ہے۔

(۶) رہن غیر معمولی (Anomalous Mortgage S.58.G& 98):

رہن کی یہ قسم سابقہ پانچ قسموں سے مختلف ہوتی ہے، اسی لئے اس کو رہن غیر معمولی یا رہن شاذ کہتے ہیں، رہن کی اس قسم راہن اور مرتہن کے حقوق و ذمہ داریاں اس رواج کے تحت ہوتی ہیں، جو اس علاقے میں رائج ہوں، رہن نامہ کی تحریر میں رواج کا اثر پایا جاتا ہے۔ ان کی ذمہ داریوں کا تعین دستاویز کی عبارت سے کیا جاتا ہے، اگر عبارت مبہم ہو تو قانون انتقال جائیداد (سیکشن g 98) کے تحت رواجی اور مقامی قوانین کے اندر رہتے ہوئے ذمہ داریوں کا تعین ہوتا ہے، رہن نامہ کسی خصوصیت کا پابند نہیں ہوتا، البتہ زر رہن ۱۰۰ روپے یا زائد ہو، تو رہن نامہ کو رجسٹرڈ کروانا ضروری ہوتا ہے۔(۹۹)

رہن کی اس قسم میں علاقے کے رسم ورواج کو مدنظر رکھا جاتا ہے، بعض علاقوں میں رہن پر قبضہ نہیں دیا جاتا، مگر ایک خاص حصہ مرتہن کو دیا جاتا ہے، اسی طرح بعض علاقوں میں مرتہن کے قبضہ میں شے مرہونہ دی جاتی ہے اور وہ اس سے انتفاع کرتا ہے، علی ہذا القیاس لوگ اپنے اپنے علاقوں کے رواج کے مطابق عمل کرتے ہیں، رہن پر قبضہ نہ دینا غیر شرعی ہے، اسی طرح مرتہن کے لئے حصہ مقرر کرنا ربا کے زمرے میں آتا ہے، البتہ بعض فقہاء احناف کی رائے ہے، کہ اگر راہن اور مرتہن کے مابین معاہدہ ہو جائے اور اس کے بعد راہن اپنی مرضی سے استحسانا مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے تو جائز ہے، بہر حال اس طرح کے رہن پر حکم لگانے کے لئے علاقے کے رسم ورواج سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

(۷) رہن چارج/بار (Charge Mortgage S.100,101):

چارج یا بار رہن کی ایک قسم ہے، جس میں رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری جائیداد پر ڈالی جاتی ہے، مالکانہ حقوق کسی طرح سے منتقل نہیں ہوتے، نہ ہی جائیداد میں کسی قسم کا استحقاق (Right) پیدا ہوتا ہے، چارج/بار دو فریقوں کے عمل یا قانونی تاثیر سے پیدا ہوتا ہے، مثلاً ایک مکان پر ۵۰۰ روپے کا مطالبہ ہے جس کی ادائیگی مالک مکان کے ذمہ واجب ہے، روپیہ لگانے والے نے مکان کی ضمانت پر جو روپیہ دیا یا لگایا، اس کے متعلق مالک مکان نے مکان کو رہن رکھے بغیر یقین دہانی کروائی، کہ اگر وہ روپیہ ادا نہ کر سکا، تو مکان سے وصول کر سکتا ہے اس یقین دہانی سے جو ذمہ داری پیدا ہوئی وہ بار (Charge) کہلاتی ہے۔ (۱۰۰)

بار رہن سے ملتا جلتا ہے دونوں میں جائیداد قرضہ کی ضمانت کے طور پر پابند ہوتی ہے، بار یا چارج کے برعکس رہن میں جائیداد متعلقہ میں سے ایک مفاد مرتہن کو منتقل کر دیا جاتا ہے، بار یا چارج واجب الاداء امانت ہوتی ہے، اس امانت کا قرضہ ہونا ضروری نہیں ہے، اس میں قرض کی موجودگی اور ادائیگی کا تصور پیدا نہیں ہوتا نہ ہی رقم کی ادائیگی کا اقرار کیا جاتا ہے اور نہ ہی وعدے کی تعمیل کا اطمینان دلایا جاتا ہے۔ بار کی رو سے حقیت وملکیت کا انتقال نہیں ہوتا، البتہ مواخذہ کا حق رکھنے والا شخص مواخذہ کی رقم حاصل کرنے کا حکم عدالت سے بغیر حقیت وملکیت کو متاثر کئے حاصل کر سکتا ہے۔ (۱۰۱) بار (Charge) یا مواخذہ میں مرتہن کو قبضہ نہیں دیا جاتا، لیکن جب مقررہ وقت تک دائن دین ادا نہ کرے تو مدین قرض کو پورا کرنے کے لئے مرہون کو مانگ سکتا ہے۔ (۱۰۲)

نتائج بحث وترجیحی رائے: بار اور شرعی رہن دونوں میں شے کو قرض کی ادائیگی کے لئے مختص تو کیا جاتا ہے، بار میں رہن پر قبضہ نہیں دیا جاتا ہے، جبکہ شریعت میں رہن کو قبضہ میں دینا ضروری ہے، عدم ادائیگی کی صورت میں قرض کو پورا کرنے کے لئے مدین اس مختص مرہون کو مانگ سکتا ہے، اس میں غیر یقینی صورت موجود ہے، جبکہ رہن میں ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی، بلکہ رہن کو توثیق دین کے لئے قبضہ میں دیا جاتا ہے۔

۱۸۸۲ء کے قانون رہن پر اسلامی نظریاتی کونسل کی آراء:

اسلامی نظریاتی کونسل کی چودھویں رپورٹ میں ۱۸۸۲ کے قانون انتقال جائیداد کی دفعہ ۵۸ تا ۱۰۴ پر اپنی آراء پیش کی ہیں جن میں سے چند آراء بطور تلخیص درج ذیل ہیں:

(۱) کونسل کی رائے میں رہن بلا قبضہ جائز نہیں ہے۔ (۱۰۳)

(۲) شرعی اصول ہے کہ مرتہن جائیداد مرہونہ سے انتفاع کا مستحق نہیں ہے، اگر راہن اجازت دے تو اصل رہن سے محسوب (Calculate) ہوگا۔

(۳) ۱۸۸۲ء کے قانون میں جو رہن سے منفعت کے حاصل کرنے کو جائز قرار دیا گیا، یہ شرعاً درست نہیں۔

(۴) زر رہن پر سود لگانے کی اجازت دی گئی، جو کہ شرعاً درست نہیں ہے۔

(۵) غیر معینہ مدت کے لئے رہن کو جائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ قانوناً رہن کے جائز ہونے کے لئے جائیداد مرہونہ، زر رہن اور رہن کی مدت کا معین ہونا ضروری ہے۔ (۱۰۴)

(۶) دفعہ ۱۷۶ کے تحت مؤجلہ رہن میں مرتہن کو مال مرہونہ عدالت کو اطلاع دیئے بغیر فروخت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، جو کہ خلاف شرع ہے۔ (۱۰۵)

(۷) معینہ مدت کے لئے رکھے گئے رہن میں راہن کو اختیار ہے، کہ وہ زر رہن ادا کر کے فک رہن (Waiver of Mortgage) کروا لے، جبکہ ۱۸۸۲ کے قانون انتقال جائیداد میں معینہ مدت سے پہلے راہن کو فک رہن (Waiver of Mortgage) کا اختیار نہیں ہے۔ (۱۰۶)

(۸) رہن میں فاسد شرط لگانے سے رہن منعقد ہو جائے گا اور شرط کی پابندی قضاءً نہیں ہوگی۔ (۱۰۷)

نتائج بحث:

مذکورہ دفعات رہن کے متعدد پہلوؤں کی وضاحت کر رہی ہیں، جن میں رہن سے انتفاع کے حوالے سے کونسل کی رائے بالکل واضح ہے، رہن کی جن اقسام میں قبضہ کے بغیر رہن رکھنے کا معاہدہ کیا گیا ہو، وہ سب غیر شرعی ہیں اسی طرح راہن کی طرف سے شے مرہونہ کی پیداوار میں سے مرتہن کے لئے حصہ مقرر کرنا، یا مرتہن کا شے مرہونہ سے انتفاع کرنا ربا کے زمرے میں آتا ہے، البتہ بعض فقہاء احناف کی رائے ہے، کہ اگر راہن اور مرتہن کے مابین معاہدہ ہو جائے اور اس کے بعد راہن اپنی مرضی سے استحساناً مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے تو جائز ہے، جس کا ذکر نفع غیر مشروط میں آئے گا۔

جدید مالی نظام میں رہن کی حیثیت:

مالیاتی اداروں میں مختلف مقاصد کے تحت قرضے دیئے جاتے ہیں، جن میں متعدد نوعیتوں کی ضمانتیں درکار ہوتی ہیں، جن میں شخصی ضمانتیں، ذاتی ملکیتی جائیداد کی ضمانتیں، اشیاء رہن کی ضمانتیں وغیرہ شامل ہیں، اس وقت رہن بیع کی متعدد اقسام میں کارفرماء ہے، محمد حفیظ ارشد ملک ☆ نے چند مقاصد کے تحت دیئے جانے والے قرضوں کی نشاندہی درج ذیل چارٹ میں کی ہے، جن میں اسلامی مالیاتی نظام کے مطابق رہن کو بطور ضمانت (Guarantee) رکھا جا سکتا ہے:

مالی تعاون کے طریقہ کار کا چارٹ

مقصد قرضہ	مالی تعاون کا طریقہ	مطلوبہ ضمانت
(ا) ذاتی قرضہ	قرض حسنہ	ذاتی ملکیتی جائیداد (اس میں منقولہ (Movable) اور غیر منقولہ (Immovable) جائیداد کو رہن رکھا جاسکتا ہے)
(۲) سرمایہ عاملہ، تجارت وصنعت	مرابحہ	اشیاء کا رہن
(۳) اشیاء سرمایہ کے لئے	مرابحہ (حقوق ملکیت)	کاغذات ملکیت کا رہن
(۴) اشیاء واجناس کی ترسیل کیلئے	مرابحہ واپس خریداری کا معاہدہ	کاغذات ملکیت کا رہن
(۵) زمین کی اصلاح وترقی	ترقیاتی چارج	زمین کا رہن
(۶) اشیاء صرف کی خریداری	مرابحہ/ بیع اقساط	ذاتی ضمانت (بذریعہ رہن ضمانت) (۱۰۸)

(ا) قرض حسنہ [Benevolent Loan] کی وضاحت: قرض حسنہ قرآنی اصطلاح ہے اور متعدد آیات قرآنیہ میں: "قرضا حسنا" کے الفاظ ملتے ہیں۔ (۱۰۹)

قرض حسنہ سے مراد وہ قرض ہے جو بلاسود ہو اور اپنی مقررہ تاریخ تک کسی شرط کے بغیر ہو، قرآن شریف میں آیا ہے کہ ہے، کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے، تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے۔

اسلامی اصطلاحات کی لغت میں ہے:

[Qardhun hasan] means interest- free loan with an unstipulated due date.In Qur'an:"who is he that will loan to Allah a beautiful loan ,which Allah will double unto his credit and multiply many times .[Al-baqara /245"(110)

قرض حسنہ میں رہن کو بطور سکیورٹی لیا جاتا ہے، اس لئے رہن کی اہمیت مسلمہ ہے۔

(۲) مرابحہ:

مرابحہ بیع (Sale) کی ایک قسم ہے جس میں فروخت کنندہ (Seller) اپنی چیز دوسرے کو بیچتے وقت یہ بتاتا ہے کہ یہ چیز اسے کتنے میں پڑی ہے اور وہ اس پر کتنا نفع (Profit) لے رہا ہے...... مرابحہ ایک خرید و فروخت کا عقد ہے...... عصر حاضر میں اس کو اسلامی بینکاری میں چند شرائط کے ساتھ بطور طریقہ تمویل (Mode of Finance) استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱۱۱)

بینک کی طرف سے جاری کردہ مخصوص فارم (Quotation) میں بینک کے ذریعے فروخت کی جانے والی اشیاء کی نوعیت ان کی کیفیت (Quality) اور دوسری ضروری صفات واضح طور پر ذکر کی گئی ہوں تاکہ جہالت اور ابہام کی وجہ سے معاملہ کے

ہر دو فریق کے درمیان کسی نزاع کا امکان باقی نہ رہے، نیز اس کی قیمت خرید یا لاگت پر بینک کو ملنے والے نفع (قیمت) اس کی ادائیگی کی مدت اور اقساط کی صراحت کر دی گئی ہو یہ بات درست نہیں کہ معاملہ کرتے وقت یہ کہا جائے کہ اگر نقد خریدا جائے تو یہ قیمت ہوگی اور ادھار خریدا جائے تو دوسری قیمت یا ادھار کی مدت کے کم یا زیادہ ہونے پر قیمت کی کمی اور زیادتی کا ذکر معاملہ کرتے وقت کیا جائے، بلکہ بینک خریدار کو مطلوبہ سامان کا نمونہ دکھا کر وضاحت کرے کہ اس کی قیمت اتنی مدت میں اتنی قسطوں میں ادا کرنی ہوگی اور بینک کو اس کی لاگت پر اتنا منافع دینا ہوگا (اور یہی بینک سے خریداری کی قیمت ہوگی)۔(۱۱۲)

مرابحہ کی عملی صورت یہ ہے کہ جب کسی شخص کو سامان خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہو اور اسلامی بینک اس کو بازار سے وہ شے خرید کر دے یا اسے مطلوبہ شے خریدنے کے لئے اپنا وکیل بنائے اور یہ شخص مطلوبہ شے خرید کر اس پر قبضہ کر لے گا تو بینک مرابحہ کے طریقہ پر اسے وہ چیز بیچ دے گا کہ یہ شے اتنے میں پڑی ہے اور اس پر اتنا نفع رکھ کر میں آپ کو بیچ رہا ہوں کلائنٹ اس کی قیمت یکمشت یا قسطوں میں دے گا۔(۱۱۳)

مرابحہ میں رہن کی گارنٹی:

مرابحہ میں مطلوبہ سامان کلائنٹ کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور اس سامان کی قیمت کلائنٹ کے ذمہ قرض ہو جاتی ہے، جس سے عدم ادائیگی کا رسک پیدا ہو جاتا ہے۔(۱۱۴) جس کا حل بینکوں میں یہ نکالا گیا ہے، کہ کلائنٹ سے سامان کی قیمت (جو کہ اس پر قرض ہے) کے عوض کوئی شے بطور رہن لے لی جاتی ہے، جس طرح ادھار پر گارنٹی لینا جائز ہے اسی طرح بیع مرابحہ میں گارنٹی (Guarantee) لینا بھی جائز ہے۔(۱۱۵) یہ سکیورٹی رہن، جائیداد پر حق احتباس کی صورت میں ہو سکتی ہے مگر بائع اس وقت سکیورٹی مانگ سکتا ہے جبکہ معاہدہ کی وجہ سے کوئی قرض یا ذمہ داری وجود میں آچکی ہو اگر عملاً وہ بیع کے مکمل ہونے سے قبل سکیورٹی پر قبضہ کر لیتا ہے تو یہ شے اس کے ضمان (risk) پر ہوگی اور تمویل کار، کلائنٹ کو رہن رکھے اثاثے کی بازاری قیمت ادا کرے گا۔(۱۱۶)

بنابریں مرابحہ میں رہن کے ذریعے گارنٹی یا سکیورٹی مہیا کی جا سکتی ہے، گارنٹی کے اس سامان (رہن) پر قبضہ کی دو صورتیں ہیں:

(۱) رہن بالقبض (Pledge with Possession):

رہن بالقبض میں عملاً کوئی شے بینک کے قبضہ میں دی جاتی ہے اور بینک اس کو اپنی حفاظت کی جگہ میں رکھ لیتا ہے اور جب کلائنٹ قرض کی ادائیگی کر لیتا ہے تو یہ سامان اس کو یکمشت واپس کر دیا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ کلائنٹ جتنی رقم ادا کرتا جائے اتنا مال چھڑاتا جائے۔(۱۱۷)

(۲) رہن حکمی (Regestered Pledge):

رہن حکمی سے مراد یہ ہے کہ کلائنٹ جو شے رہن رکھوا رہا ہے، وہ تو اسی کے پاس رہے، البتہ اس کے کاغذات بینک کے

حوالے کر دیئے جائیں، جس کی وجہ سے کلائنٹ بینک کو ادائیگی کئے بغیر اپنا سامان واپس نہیں لے سکتا یا بیچ سکتا، رہن حکمی میں چیز کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی، بلکہ بدستور کلائنٹ ہی شے مرہون کا مالک رہتا ہے اور اگر رہن بالقبض ہو تو اس کی حفاظت کرنا بینک کے ذمہ ہے، لیکن بینک حفاظت کے اخراجات جیسے گودام کا کرایہ محافظ کی تنخواہ وغیرہ کلائنٹ سے نہیں لے سکتا، البتہ مرابحہ کے وقت ان اخراجات کا عمومی اندازہ لگا کر نفع کی شرح میں اضافہ کرنے کی گنجائش ہے۔(۱۱۸)

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے میں غیر منقولہ اشیاء کا قبضہ عرف پر مبنی ہوتا ہے عرف میں جس عمل کو قبضہ تصور کیا جائے اس سے قبضہ متحقق ہو جاتا ہے۔(۱۱۹)

اس عہد میں بینکوں کا رہن السائل کے حوالے سے عرف یہ ہے کہ وہ دستاویز پر قبضہ کو رہن پر قبضہ تصور کرتے ہیں۔

فقہاء احناف کی رائے میں رہن کا دائمی طور پر قبضہ میں رہنا ضروری ہے اس کے باوجود احناف رہن کو عاریتاً دینے کے قائل ہیں، اس کا مطلب ہے کہ دائمی طور پر میں رہنے سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ شے مرہونہ حسی طور پر بالفعل مرتہن کے قبضہ میں رہے، بلکہ ان کی رائے دائمی قبضہ کا مطلب ہے کہ مرتہن کو شے مرہونہ پر قبضہ کا دائمی حق ہے، اور وہ جب چاہے شے مرہونہ پر قبضہ کر کے اپنا حق واپس لے سکتا ہے اس حوالے سے امام سرخسی نے المبسوط میں لکھا ہے:" **ولسنا نعين وجود يد المرتهن حينا وانما نعني استحقاق دوام اليد وبالاعارة من الراهن أو الغصب لاينعدم الاستحقاق**"۔(۱۲۰)

رہن بالقبض ہو یا رہن حکمی ہو، رہن کا مالک راہن ہی رہتا ہے، لہٰذا اگر شے مرہون کے کاغذات مرتہن کے پاس رکھوا دیئے جائیں، تو یہ حکمی قبضہ کی ایک صورت ہوگی، جس طرح کہ رہن سائل میں کلائنٹ مرہونہ چیز مثلاً مشنری یا گاڑی وغیرہ کے صرف کاغذات بینک کے پاس رکھوا دیتا ہے، یہ شرعاً جائز ہے اسے چارج یا پیدا کر لینا کہتے ہیں۔(۱۲۱)

دستاویز کی اہمیت مسلمہ ہے، مگر جس جگہ کاتب اور سامان کتابت وغیرہ دستیاب نہ ہو وہاں پر رہن کو قبضہ میں دینے کا حکم ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ"

اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے، تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنا پر معاملہ کرو)

آیت کا مستفاد یہ ہے کہ کتابت اور رہن دونوں توثیق کے لئے ہیں، اور اولیت کتابت کو اور ثانویت رہن کو حاصل ہے اور رہن کو دستاویز کے متبادل کے طور پر رکھا گیا ہے، کیوں کہ کتابت میں جو آسانی اور سہولت مقرض (قرض دینے والا) اور مقترض (قرض لینے والا) کو حاصل ہے وہ رہن میں نہیں ہے، اب اگر وہ کتابت کے ذریعے معاہدہ دین[Debt] پر راضی ہوں تو درست ہے، یقیناً دستاویز میں دین کی ادائیگی سے متعلقہ امور درج کئے جاتے ہیں اور اگر مقترض (قرض لینے والا) دین[Debt] کی ادائیگی کو اپنی کسی قیمتی شے کے ساتھ خاص کر سکتا ہے، اس صورت میں دین اس شے میں سے ادا کیا جائے گا۔

(۳) مضاربہ:

مضاربہ شرکت کی ایک خاص قسم ہے جس میں ایک شریک دوسرے کو کاروبار میں لگانے کے لئے رقم فراہم کرتا ہے، اس کو رب المال کہتے ہیں جبکہ کاروبار کا انتظام وانصرام [Managment] اور عمل کی ذمہ داری دوسرے فریق پر ہوتی ہے اس کو مضارب کہتے ہیں۔ (۱۲۲) مضاربہ میں تمام اشیاء رب المال کی ہوتی ہیں اور مضارب اسی صورت میں منافع میں حصہ کا حقدار ہوتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہٰذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا اگر چہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔ (۱۲۳)

مضاربہ میں سکیورٹی یا ضمانت:

مال میں زیادتی یا اس کے استعمال میں کوتاہی پر مضارب سے ضمانت کے طور پر ضامن کا طلب کرنا جائز ہے۔ (۱۲۴) مال کے ضیاع پر مضارب سے مال مضاربہ کی سکیورٹی لینا جائز نہیں کیوں کہ مال کی ذمہ داری عائد کرنے کی شرط عقد کی نفی کرتی ہے۔ (۱۲۵)

(۴) بیع سلم:

بیع سلم ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے۔ (۱۲۶) بیع سلم کی حضور ﷺ نے چند شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے جس کا مقصد کاشتکاروں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا جن کو فصل کی کٹائی تک بیوی بچوں کے اخراجات کی ضرورت تھی اور حرمت ربا کے بعد ان کو زرعی پیداوار پیشگی بیچنے کی اجازت دی گئی۔ (۱۲۷)

بیع سلم میں معاہدہ کے وقت فریقین کے لئے ضروری ہے کہ وہ قیمت کا تعین کریں.....اگر معاہدہ کے دن والی کسی خاص قیمت یا کسی بازار کی قیمت کے مطابق طے ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے.....لیکن کسی بازار کی مستقبل کی قیمت کے مطابق قیمت کا تعین جائز نہیں ہے۔ (۱۲۸)

بیع سلم چھوٹے تاجروں اور کاشتکاروں کے لئے ایک طریقہ تمویل ہے جو کہ جدید مالیاتی اداروں اور بینکوں میں استعمال ہو رہا ہے ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہے وہ ان اداروں کا نفع ہے۔ (۱۲۹)

بیع سلم میں رہن سے گارنٹی:

اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ بائع مطلوبہ شے وقت پر مہیا کر دے گا اس سے سکیورٹی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے جو ضمانت یا رہن وغیرہ کی صورت میں ہو سکتا ہے، نادہندگی کی صورت میں خریدار/تمویل کار مرہون کو بیع کر کے قیمت سے مطلوبہ شے بازار سے خرید سکتا ہے یا پیشگی دی ہوئی قیمت وصول کر سکتا ہے۔ (۱۳۰) فروخت کنندہ سے مخصوص کوالٹی اور معین مقدار سپلائی کے لئے ضمانت، زمین یا بیان حلفی وغیرہ حاصل کرے، خریدار سپلائی یا قبضہ سے پہلے اس کو نہ فروخت کر سکتا ہے نہ ہی اس کو استعمال کر سکتا ہے۔ (۱۳۱)

قسطوں پر خرید وفروخت:

عہد حاضر کی تجارتی و کاروباری دنیا میں قسطوں پر خرید وفروخت کا کاروبار عروج پر ہے جس کا بنیادی سبب لوگوں کی ضروریات کا بڑھنا اور قوت خرید کا کم ہونا ہے، سیکڑوں نجی وسرکاری ادارے اور کمپنیاں معرض وجود میں آ گئی ہیں جو مکانات، مشینری اور کاروبار زندگی کی دیگر اشیاء اور ان کی سروسز وغیرہ قسطوں پر مہیا کرتی ہیں، بیع کی اس قسم میں گارنٹی کی ضرورت پیش آتی ہے جس کا حل مبیع کو رہن کے طور پر رکھ کر نکالا گیا ہے۔

قسطوں پر بیع یہ ہے کہ بائع اپنا سامان خریدار کو بیع کے وقت دے دے، لیکن خریدار اس شے کی قیمت اسی وقت ادا نہ کرے بلکہ طے شدہ اقساط میں ادا کرے، اس کو بیع بالتقسیط کہتے ہیں۔(۱۳۲) یہ نقد بیع کے مقابلے میں ادھار پر بیع ہے، عموماً اس بیع میں چیز کی قیمت عام بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کی جاتی ہے، اور عاقدین کا بوقت عقد کسی ایک قیمت پر متفق ہونا ضروری ہے، اور عقد کے وقت مقرر کردہ قیمت سے زائد وصول کرنا بائع کے لئے جائز نہیں۔(۱۳۳) اس کے جواز یا عدم جواز میں فقہاء کی دو آراء ہیں:

علامہ تقی عثمانی نے متاخرین فقہاء کی رائے پیش کرتے ہوئے اس کو "**بیعتان في بیعة**" کہا ہے۔(۱۳۴) اس طرح کی بیع سے کیا گیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "**نَهى رسول الله ﷺ عن بیعتین في بیعة**" (۱۳۵) یعنی نبی ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔

مثال کے طور پر کوئی شخص کہے کہ میں تمہیں یہ چیز حال میں ایک سو روپے کی اور مستقبل میں (مؤجل کے طور پر) ایک سو پچاس میں فروخت کرتا ہوں اور خریدنے والے کے تعین کے بغیر (کہ کون سی صورت قبول کرے گا) وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو یہ جائز نہیں ہے۔(۱۳۶)

متاخرین فقہاء کی رائے میں ثمن کی یہ زیادتی مدت کے عوض ہے اور جو ثمن مدت کے عوض میں دیا جائے وہ سود یا کم از کم مشابہ ضرور ہوتا ہے۔(۱۳۷)

جمہور فقہاء متقدمین کے نزدیک ادھار بیع میں نقد کے مقابلے میں قیمت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے بشرطیکہ عاقدین عقد کے وقت ہی بیع مؤجل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق قطعی فیصلہ کر لیں اور کسی ایک ثمن پر متفق ہو جائیں اگر وہ کسی بھاؤ پر اتفاق کئے بغیر جدا ہو گئے تو بیع ناجائز ہوگی۔(۱۳۸)

امام ترمذی نے بیع کے ناجائز ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ عقد کے وقت کسی ایک صورت کو معین نہ کرنے سے ثمن دو حالتوں میں کے درمیان ہو کر رہ جائے گا اور ثمن کا دو حالتوں میں رہنا جہالت ثمن کو لازم بنانے والا ہے، جس کی بنا پر بیع ناجائز ہے۔(۱۳۹) یہی جمہور کا مسلک ہے۔(۱۴۰)

حاصل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے چند شرائط کے ساتھ قسطوں پر خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو)۔(۱۴۱)

قسطوں پرخرید وفروخت میں مبیع مرہونہ بطور سکیورٹی:

دیگر کاروباروں کی طرح قسطوں پرخرید وفروخت میں ضمانت (Guarantee) کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے وہ اپنے گاہکوں سے ضمانت یا سند ضمانت مانگتے ہیں، قسطوں پرخرید وفروخت بیع مؤجل ہے، اس میں مبیع کو محبوس کرنے کی دوصورتیں بیان کی ہیں:

(۱) مبیع کا حبس بطور وصولیابی ثمن:

بیع مؤجل میں ثمن کے حاصل کرنے کے لئے مبیع کو روکنا درست نہیں ہے، فتاوی عالمگیری میں مؤجل بیع کے حوالے سے منقول ہے:

"وان کان مؤجلا فلیس للبائع ان یحبس المبیع قبل حلول الاجل ولا بعد ہ" (۱۴۲)

اگر بیع مؤجل ہوتو بائع کے لئے جائز نہیں کہ وہ مبیع کو روکے، بائع قرض کی مدت آنے سے پہلے اور نہ ہی بعد میں مبیع کو روک سکتا ہے۔

بیع مؤجل میں بیع جب مکمل ہوجائے، اور مشتری مبیع پر قبضہ کرلے، تو ثمن مشتری کے ذمہ دین [Debt] ہوجائے گا، لہٰذا بائع دین [Debt] کی وصولیابی کے لئے، مشتری سے کسی توثیق کا مطالبہ کرسکتا ہے، بیع مؤجل میں، قبضہ سے پہلے مبیع کو بائع کے پاس چھوڑنا درست نہیں، کیوں کہ اس صورت میں بائع، ثمن کو حاصل کرنے کے لئے مبیع کو روکنے والا ہوا، اور حصول ثمن کے لئے مبیع کو روکنا جائز نہیں ہے۔ (۱۴۳)

(۲) مبیع کا حبس بطور رہن:

درمختار میں ہے کہ مبیع مشتری کے قبضہ کے بعد ہی ثمن کے مقابلے میں رہن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے [144] اس لئے کہ مشتری کی ملکیت متعین ہوچکی ہے، اگر مشتری قبضہ سے پہلے مبیع کو رہن رکھتا، تو مبیع ثمن کے مقابلے میں محبوس ہونے کی وجہ سے رہن نہیں بنے گی۔ (۱۴۵) مشتری، خریدی ہوئی شے کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد اسی شے کو رہن کے طور پر بائع کے پاس رکھے، تو اکثر فقہاء کی رائے میں یہ صورت جائز ہے۔ (۱۴۶)

الجامع الصغیر میں ہے:

"رجل اشتری شیئا بدرھم، فقال للبائعَ: امسِک ھذا الثوبَ حتٰی اعطیک الثمن، فالثوب رھن" (۱۴۷)

ایک شخص نے کوئی چیز درہم کے بدلے میں خریدے پھر وہ بیچنے والے سے یہ کہے: اس کپڑے کو اپنے پاس اس وقت تک رکھ جب تک کہ میں تجھے اس کی قیمت ادا کرنہ دوں، اس صورت میں وہ کپڑا رہن ہے۔

احناف کی رائے میں اگر مشتری قبضہ میں لئے بغیر شے کو بائع کے پاس رہن رکھے تو ہلاکت کی صورت میں بیع فسخ ہو جائے گی...... ثمن کے مقابلے میں محبوس اور رہن کے مقابلے میں محبوس کے ضمان میں فرق ہے اور ایک ہی شے دو مختلف ضمانوں کے ساتھ مضمون نہیں ہوسکتی اس لئے کہ دو مختلف اشیاء کا ایک شے میں جمع ہونا محال ہے، قبضہ کے بعد مبیع میں مشتری کی ملکیت متعین ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد اگر مبیع ہلاک ہو جائے، تو وہ مشتری کے ضمان سے ہلاک ہوگی اور اس ہلاکت کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوگی۔(۱۴۸) جب ثمن کے وصول کرنے کے لئے مبیع کو محبوس کیا جائے تو اس وقت مبیع ثمن کے ساتھ مضمون ہوگی قیمت کے ساتھ مضمون نہیں ہوگی لہٰذا اگر حالت حبس میں ہلاک ہوگئی تو اس صورت میں بیع فسخ ہوگی اور بازاری قیمت کا ضمان اس پر نہیں آئے گا، اور ثمن بدستور مشتری کے ذمہ واجب الاداء رہے گا لیکن اگر مبیع مرہون، بائع (مرتہن) کی تعدی سے ہلاک ہوئی تو مرتہن بازاری قیمت کا ضامن [Guarantor] ہوگا، ثمن کا ضامن نہ ہوگا۔(۱۴۹)

بیع میں رہن جائز ہے لیکن اگر صلب عقد میں رہن مشروط ہو تو اس کے جواز میں اختلاف رائے ہے:

شافعیہ کی رائے میں اگر بائع اور مشتری اس شرط پر بیع کریں کہ مبیع بائع کے پاس ثمن کے عوض بطور رہن محبوس ہوگی تو یہ بیع صحیح نہیں ہے...... کیوں کہ جب انہوں نے رہن رکھنے کی شرط لگائی اس وقت مبیع مشتری کی ملکیت میں نہیں تھی اگر چہ یہ شرط لگائی گئی ہو کہ مشتری اس مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد اسے رہن کے طور پر رکھوائے گا یا قبضہ سے پہلے رہن رکھوائے گا...... ظاہر روایت میں یہ رہن درست ہے۔(۱۵۰)

اگر بیع کے عقد میں شرط نہیں لگائی گئی مگر بیع کے مکمل ہونے کے بعد اسی بائع کے پاس مبیع کو بطور رہن رکھوا دیا تو اس صورت میں بیع لازم ہونے کے بعد وہ مبیع بطور رہن رکھوائی تو یہ صورت بدرجہ اولیٰ صحیح ہے کیوں کہ جب بیع لازم ہو جائے تو مشتری بائع کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس اس کو بطور رہن رکھوا سکتا ہے تو اس بائع کے پاس بھی رکھوا سکتا اسی طرح جب غیر ثمن کے بدلہ میں اس مبیع کو رہن رکھوا سکتا ہے تو ثمن کے بدلے میں بھی رہن رکھوا سکتا ہے، اگر لزوم بیع سے پہلے مشتری نے مبیع کو بطور رہن رکھوایا تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ مشتری کے لئے مبیع میں تصرف جائز ہوا تھا یا نہیں؟ لہٰذا جہاں اس کا تصرف جائز ہو وہاں اس کا رہن جائز ہے اور جہاں تصرف جائز نہ ہو وہاں رہن جائز نہیں ہے کیوں کہ رہن رکھوانا ایک قسم کا تصرف ہے اور اس کا حکم بیع کے مشابہ ہوگا۔(۱۵۱)

(۶) بیع مؤجل:

بیع مؤجل وہ بیع ہے جس میں فریقین اس بات پر متفق ہوں کہ قیمت کی ادائیگی بعد میں کی جائے گی...... اس میں ادائیگی کی تاریخ مبہم نہیں ہونی چاہیے ورنہ یہ بیع ناجائز ہو جائے گی۔(۱۵۲)

بیع مؤجل میں رہن بطور سکیورٹی:

قیمت کی ادائیگی کے لئے بائع خریدار سے کسی سکیورٹی کا مطالبہ کر سکتا ہے خواہ وہ رہن کی شکل میں ہو یا اثاثوں میں سے رقم کی وصولی کے حق کی صورت میں ہو۔(۱۵۳)

نتائج بحث:

بینکوں اور تجارتی اداروں اور تاجر حضرات کو سکیورٹی کی ضرورت رہتی ہے، جس کا حل رہن کی صورت میں دیا گیا ابتداء اسلام سے ہی بیوع میں رہن کارفرماء رہا اور قانون اسلامی کا حصہ بنا، وقت کے ساتھ ساتھ اس کی کی مختلف شکلیں وجود میں آئیں اور ہر دور کے فقہاء اسلام نے اس کا شرعی حل پیش کیا، مقالہ ہذا کے نتائج بحث یہ رہے:۔

۱۔ رہن پر قبضہ شرط ہے۔

۲۔ دستاویز پر قبضہ سے رہن کا مقصد پورا ہورہا ہے لہٰذا دستاویز پر قبضہ کو رہن پر قبضہ کے مترادف قرار دیا جانا چاہیے۔

۳۔ کتاب وسنت میں قبضہ کی حقیقت اور اس کی کوئی خاص صورت مقرر نہیں کی گئی، گویا شریعت نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے عرف کو اصل قرار دیا ہے، لہٰذا ہر عہد کے مروجہ طریقوں اور اشیاء کی مختلف انواع کے اعتبار سے قبضہ کی نوعیت متعین ہوگی۔

۴۔ رہن سے بلا اجازت انتفاع جائز نہیں، مرتہن جائیداد مرہونہ سے انتفاع کا مستحق نہیں ہے، اگر راہن اجازت دے تو اصل رہن سے محسوب (Calculate) ہوگا۔

۵۔ لفظاً یا عرفاً مشروط انتفاع ربا ہے۔

۶۔ استحساناً رہن سے انتفاع کی اجازت شرعاً جائز ہے۔

۷۔ مؤجلہ رہن میں عدالت کو اطلاع دیئے بغیر مرتہن کا مال رہن کو نیلام یا فروخت کرنا درست نہیں۔

۸۔ جائیداد مرہونہ، زر رہن اور رہن کی مدت کا معین ہونا ضروری ہے۔

۹۔ معینہ مدت کے لئے رکھے گئے رہن میں راہن کو اختیار ہے، کہ وہ زر رہن ادا کر کے فک رہن (Waiver of Mortgage) کروالے، جبکہ ۱۸۸۲ کے قانون انتقال جائیداد میں معینہ مدت سے پہلے راہن کو فک رہن (Waiver of Mortgage) کا اختیار نہیں ہے۔

۱۰۔ رہن میں فاسد شرط لگانے سے رہن منعقد ہو جائے گا اور شرط کی پابندی قضاءً نہیں ہوگی۔

کتابیات

۱۔ مختار الصحاح، امام محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر الرازی، مترجم پروفیسر عبدالرزاق، باب الراء ص/۳۷۱، ط/۲۰۰۳ء، دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان۔ رِہان اور رُہُن دو قرأتیں ہیں، جمہور قراء عشرہ نے راء کی زیر اور ھاء کی زبر جبکہ ابن کثیر اور ابوعمرو نے راء اور ھا کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے (تفسیر التحریر والتنویر، الشیخ محمد طاہر ابن عاشور، ۲/۵۸۴، ط/۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰م، مؤسسۃ التاریخ بیروت، لبنان)۔ علامہ زمخشری نے "فرُھُن" اور "فرُھْن" ھاء کی پیش اور جزم کے ساتھ پڑھا ہے (الکشاف، جاراللہ الزمخشری، ۱/۳۲۸، ط/الاولی، ۱۴۱۶ھ، دارالکتاب العربی بیروت لبنان۔

۲۔ مختار الصحاح، باب الراء ص/۳۷۱۔

۳۔ تفسیر القرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن ابی بکر بن فرح، الانصاری، الخزرجی، الاندلسی (م ۶۷۱ھ)، ۳/۲۶۴، ط/الثالث، ۱۳۸۷ھ، دار الکتب المصریۃ ودار الکتب العربی بیروت، لبنان۔ المحرر الوجیز ابومحمد، عبدالحق ابن عطیہ الاندلسی ۲/۵۲۳، ط/الاولی، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م، من مطبوعات رئاسۃ المحاکم الشرعیۃ الشؤون الدینیۃ بدولۃ القطر۔

۴۔ مختار الصحاح، باب الراء ص/۳۷۲۔

۵۔ الفقہ الاسلامیؒ وادلتہ، الدکتور، وھبۃ الزحیلی، الفصل الثانی عشر، الرھن، ۵/۱۸۰، ط/الثالثۃ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹م، دار الفکر، سوریا، دمشق۔

۶۔ الھدایۃ، الامام، ابوالحسن، برھان الدین علی بن ابی بکر، المرغینانی (م ۵۱۱ھ۔۵۹۳ھ)، کتاب الرھن، ۲/۵۱۳، ط/۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م، وزارۃ التعلیم الفید رالیۃ، باسلام آباد۔ اشعۃ اللمعات، عبدالحق، محدث، دھلوی، کتاب الرھن، باب السلم، ۴/۵۱۳، ط/۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء، فرید بک سٹال لاھور۔ بدائع الصنائع، ابوبکر بن مسعود، الکاسانی (م ۵۸۷ھ)، کتاب الرھن، ۶/۳۴۷، ط/اول، ۱۹۹۱م، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور۔ مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج، شرح الشیخ محمد الشربینی الخطیب علی متن المنہاج لابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی، کتاب الرھن، ۲/۱۲۱، ط/الاولی، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹م، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد، ابوالطیب، محمد شمس الحق العظیم آبادی، باب فی الرھن، ۹۔۱۰/۳۱۹، ط/الاولی ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸م، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۷۔ کتاب التعریفات، العلامۃ، السید، الشریف، الحنفی، الجرجانی (۷۴۰۔۸۱۶ھ)، باب الراء، ص/۱۱۲، ط/بدون تاریخ، مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان۔

۸۔ المدثر/۳۸۔

۹۔ سنن الترمذی میں "مرھونۃ" کی جگہ "معلقۃ" کا لفظ آیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے (سنن الترمذی، امام، ابوعیسی، محمد بن عیسی الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء عن النبی ﷺ انہ قال نفس المؤمن ......۳/۲۷۰ (ح ۱۰۷۸)، ط/الثانیۃ، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸م، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض) البتہ نہایۃ المحتاج میں یہ حدیث مذکورہ الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے

۔(نہایۃ المحتاج، شمس الدین، محمد بن ابی العباس احمد بن حمزۃ ابن شہاب الدین، الرملی، ([illegible]) کتاب الرھن، ۴/ ۲۲۸، ط/ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ، بدون المدینۃ۔

۱۰۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، الامام، عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الرھن، ۲/ ۶۳۹، ط/ الثانی ۱۹۷۸ء، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔

۱۱۔ Dictionary Of Islamic Terms By Deeb Al-Khudawi P.207-208,Al Yamama Printing and Damascus P.O.Box 337 Edition /1st,2004 AD.Publishing

۱۲۔ کتاب التعریفات، باب الراء، ص/ ۱۱۲۔

۱۳۔ المجلۃ، مادہ ۷۰۱/ ص/ ۱۵۷، ط/ بدون تاریخ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۱۴۔ The transfer of property act 1882 chepter 4 ,58(a) ۔قانون انتقال جائیداد از چوہدری صغیر احمد، ص/ ۱۲۰۔

۱۵۔ البقرۃ/ ۲۸۳۔ اس کے علاوہ سورۃ الطور آیت ۲۱ اور سورۃ المدثر آیت ۳۸ میں رہن کے الفاظ ملتے ہیں جن سے اس کے لغوی معانی کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۶۔ السنن الکبری، الامام، الحافظ، ابوبکر، احمد بن الحسین بن علی البیہقی (م ۴۵۸ھ)، کتاب الرھن، باب جواز الرھن، ۶/ ۳۶، ط/ بدون تاریخ، دارالفکر بیروت لبنان۔

۱۷۔ احناف کے نزدیک صاع کی مقدار ۳۲۶۱.۵ گرام جبکہ جمہور کا صاع ۲۱۷۲ گرام کا ہے۔(معجم لغۃ الفقہاء، الدکتور، محمد رواس قلعہ جی، و الدکتور، حامد، صادق قنیبی، حرف الالف، ص/ ۲۷۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، اشرف منزل، د/ ۴۳۷، کراتشی، باکستان)۔

۱۸۔ سنن ابن ماجہ، الامام ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (م ۲۷۳ھ)، ابواب الرھون، ص/ ۱۷۸، ط/ بدون تاریخ، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

۱۹۔ صحیح البخاری، الامام ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)، باب الرھن فی الحضر، ۱/ ۳۴۱، ط/ ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء، وزارۃ التعلیم الفید رالیۃ باسلام آباد۔ سنن النسائی، الحافظ الامام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علي النسائي (م ۳۰۳ھ)، کتاب البیوع، باب الرھن فی الحضر، ۲/ ۱۹۶، ط/ بدون تاریخ، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔
سنن ابن ماجہ، ابواب الرھون، ص/ ۱۷۸۔

۲۰۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الرھون، ص/ ۱۷۸۔

۲۱۔ صحیح البخاری، باب الرھن مرکوب ومحلوب، ۱/ ۳۴۱، رقم الحدیث/ ۲۳۴۶۔

۲۲۔ السنن الکبری، کتاب الرھن، ۶/ ۳۸۔

۲۳۔ یہ حدیث مرسل ہے (السنن الکبری، کتاب الرھن، باب من قال الرھن مضمون، ۶/ ۴۴)۔

۲۴۔ السنن الکبری، کتاب الرھن، باب من قال الرھن مضمون، ۶/ ۴۱۔

۲۵۔ السنن الکبری، باب من قال الرھن مضمون، ۶/۴۰۔ متعدد اسناد کے ساتھ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (التعلیق المغنی علی سنن دار القطنی، ابو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی، ۳/۳۲ / رقم الحدیث/۱۲۳، ط/ بدون تاریخ، نشر السنۃ ملتان پاکستان)۔ (کتاب المراسیل ملحق بسنن ابی داؤد، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی الازدی (۲۰۲۔۲۷۵ھ) ص/۱۱/ حدیث ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ط/۱۹۸۴م وارۃ التعلیم الفید رالیۃ باسلام آباد۔

۲۶۔ عین الھدایۃ، (اردو)، مترجم، السید، امیر علی، کتاب الرھن، ۴/۴۴۹، ط/ بدون تاریخ، ادارہ نشریات اسلام، قذافی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، ابو الولید، محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد، القرطبی (م ۵۹۵ھ) کتاب الرھون، ۱/۲۴۵، ط/ المکتبۃ التجاریۃ الکبری بمصر ص ب ۵۷۸۔ المغنی، ابو محمد، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، المقدسی الحنبلی (م۶۲۰ھ) کتاب الرھن، ۴/۳۶۲، ط/ بدون تاریخ، مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ بالریاض۔ موسوعۃ الاجماع فی الفقۃ الاسلامی، سعدی ابو جیب، مادہ/ رہن /۲/ ۴۹۷، ط/ الثالثۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹م، دار الفکر دمشق۔

۲۷۔ بدایۃ المجتھد، کتاب الرھون، ۱/ ۲۴۵۔ المغنی، کتاب الرھن، ۴/۳۶۲۔

۲۸۔ موسوعۃ الاجماع، مادہ/ رہن/۲/ ۴۹۷۔ بدایۃ المجتھد، کتاب الرھون، ۱/ ۲۴۵۔

۲۹۔ بدایۃ المجتھد، کتاب الرھون، ۱/ ۲۴۵۔ المھذب، الامام ابو اسحاق، ابراھیم بن علی بن یوسف، الفیر وزآبادی الشیرازی، کتاب الرھن، ۱/ ۳۰۵، ط/ بدون تاریخ، مطبعۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ بمصر۔ المغنی، کتاب الرھن، ۴/۳۶۲۔

۳۰۔ اشرف الھدایۃ، اردو شرح ھدایۃ، مولانا جمیل احمد، سکروڈوی، کتاب الرھن، ۱۴/ ۱۴۵، ط/ بدون تاریخ، مکتبۃ امدایۃ، ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان، پاکستان۔

۳۱۔ قانون انتقال جائیداد ایکٹ ۱۸۸۲، مرتبہ چوہدری صغیر احمد ایڈوکیٹ، ص/ ۱۸۷، ط/ سن ندارد، منصور بک ہاؤس کچہری روڈ انارکلی لاہور۔

۳۲۔ نفس المرجع، ص/ ۱۸۷۔

۳۳۔ نفس المرجع، دفعہ/ ۵۸ ص/ ۱۲۰۔

۳۴۔ قانون انتقال ملکیت، مادہ/ ۵۹۔

۳۵۔ قانون انتقال ملکیت، مادہ/ ۵۸/ فقرہ/ ب۔

۳۶۔ فقہی مقالات، مفتی محمد تقی العثمانی، ۱/ ۹۲، ط/ ۱۹۹۴م، میمن اسلامک پبلشرز ۱۸۸/ ۱۔ لیاقت آباد کراچی ۱۹۔

۳۷۔ اسلامی بینکاری اور غرر، ڈاکٹر، اعجاز احمد، صمدانی ص/ ۹۳، ط/ ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶ء، ادارہ اسلامیات، موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی۔

۳۸۔ مضاربت سود کا اہم متبادل، ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم، ص/ ۱۱۶، ط/ اول، ۱۹۹۸م، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، پاکستان۔

۳۹۔ البقرۃ/ ۲۸۳۔

۴۰۔ جواھر العقود ومعین القضاۃ والموقعین والشہود، العلامہ، شمس الدین محمد بن احمد، المنھاجی، الاسیوطی من القرن التاسع الھجری، کتاب الرھن، ۱/ ۱۵۲، ط/ الاولی ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵م، مطبعۃ المحمدیہ۔ بدایۃ المجتھد، کتاب الرھون، ۱/ ۲۴۵۔ تفسیر البحر المحیط، ابو حیان: محمد بن یوسف الاندلسی الغرناطی (۶۵۴ھ۔۷۵۴ھ)، ۲/ ۳۵۵، ط/ الثانیہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳م، دار الفکر للطبع والنشر والتوزیع۔ موسوعۃ الاجماع، مادہ/ رہن/۲/ ۴۹۷۔۴۹۸۔

۴۱۔ چودھویں رپورٹ، ص/۱۴۹، ط/۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴م، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد پاکستان۔

۴۲۔ تفصیلات ملاحظہ ہوں: فقہی مقالات جلد۱، ص۸۱ تا ۱۳۸ میں ملاحظہ ہو۔

۴۳۔ فقہی مقالات، ۱/ ۹۶۔۹۳۔

۴۴۔ اہم فقہی فیصلے، ترتیب وپیشکش، مجاہد الاسلام قاسمی، ص/ ۱۰۰، ط/ دوم نومبر ۱۹۹۹م، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ڈی/ ۴۳۷، ایسٹ لسبیلہ، کراتشی، پاکستان۔

۴۵۔ جدید معاملات کے شرعی احکام، مفتی احسان اللہ شائق، ۱/ ۹۳، ط/ فروری، ۲۰۰۷ء، دارالاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان۔

۴۶۔ قانون انتقال ملکیت سیکشن/ ۵۸/ فقرہ/ و

۴۷۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/ ۹۶۔۹۷۔

۴۸۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/ ۹۶۔۹۷۔

۴۹۔ چودھویں رپورٹ، ص/ ۱۴۹۔

۵۰۔ اسلامی بینکاری اور غرر ص/ ۹۳۔

۵۱۔ قسطوں پر خرید وفروخت، مرتبہ، مجاہد الاسلام قاسمی، ص/ ۳۲۷، ط/ اول ۲۰۰۲م، ادارۃ القرآن، کراچی نمبر ۵

۵۲۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/ ۹۷۔

۵۳۔ چودھویں رپورٹ، ص/ ۸۵۔

۵۴۔ قانون انتقال جائیداد، چوہدری صغیر احمد، دفعہ ۵۸، ص/ ۱۲۰۔

۵۵۔ جدید معاملات کے شرعی احکام، ۱/ ۶۹۔

۵۶۔ شرح مجلّہ للا تاسی، مترجمہ، مفتی امجد العلی، دفعہ/ ۳۲/ ص/ ۱۰۰، اشاعت/ اول، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶م، ادارہ تحقیقات اسلامی الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ اسلام آباد پاکستان۔ ردالمحتار علی الدر المختار لمتن تنویر الابصار، ابن عابدین الشامی (ت۱۲۵۲ھ/ ۱۸۱۰م) کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/ ۵۸۰۔۸۱، ط/ بدون تاریخ، مکتبۃ رشیدیۃ سرکی روڈ، کوئٹہ پاکستان

۵۷۔ المجلۃ، مادۃ/ ۱۱۸، ص/ ۳۹۔

۵۸۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی ایڈوکیٹ، دفعہ/ ۵۸/ ص/ ۹۲۔۹۳۔

۵۹۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/ ۹۲۔۹۱۔ قانون انتقال جائیداد، مرتبہ چوہدری صغیر احمد ص/ ۱۳۰۔

۶۰۔ فتاویٰ خیریۃ، کتاب البیوع، ۱/ ۲۲۵، دار المعرفۃ بیروت۔

۶۱۔ شرح المجلۃ (عربی) الاتاسی، ۲/ ۱۱۔(۴) العقود الدریۃ، ابن عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ) کتاب النکاح، باب الولی، ۱/ ۱۸، وکتاب الرھن، ۲/ ۲۵۴، ارگ بازار قندھار افغانستان۔

۶۲۔ العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، الامام، احمد رضا، خان، الرضوی، البریلوی (م۱۳۴۰ھ) کتاب البیوع، باب بیع الوفاء، ۷/ ۱/

۴۴۔۶۴۵، ط/۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳ء، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور۔
۶۳۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۵۸۱۔
۶۴۔ ردالمختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۵۸۰۔
۶۵۔ شرح المجلۃ (عربی) الاتاسی، ۲/۴۱۵۔
۶۶۔ الفتاوی الہندیۃ، کتاب البیوع، مطلب بیع الوفاء، ۳/۲۰۹۔
۶۷۔ جدید معاملات کے شرعی احکام، ۱/۶۹۔
۶۸۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۵۸۲۔
۶۹۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی الشرط الفاسد، ۷/۲۸۲۔ الفتاوی الخیریۃ کتاب البیوع ۱/۲۲۶۔
۷۰۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۸۲۔۵۸۱۔
۷۱۔ فتاوی رضویہ، کتاب البیوع، باب بیع الوفاء، ۱۷/۶۴۶۔
۷۲۔ صحیح البخاری، کتاب الاجارات، باب السمسرۃ، ۱/۳۰۳۔
۷۳۔ المجلۃ، مادۃ/۱۱۸، ص/۳۹۔
۷۴۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۸۰۔۵۸۱۔
۷۵۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۵۸۰۔
۷۶۔ شرح مجلّہ (اردو)، الاتاسی، دفعہ/۳۲/ص/۱۰۰۔ ردالمختار علی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، ۷/۵۸۰۔
۷۷۔ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار، ۳/۱۹۲)۔
۷۸۔ بدائع الصنائع (اردو) کتاب الرھن، ۶/۳۵۴۔ شرح المجلۃ (عربی)، الاتاسی، ۲/۴۱۷۔
۷۹۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/۹۵۔۹۶۔
۸۰۔ قانون انتقال ملکیت، ص/۶۷۔
۸۱۔ قانون انتقال جائیداد، چوہدری صغیر احمد، ص/۱۳۰۔
۸۲۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/۹۴۔۹۵۔
۸۳۔ تبیان القرآن، غلام رسول رضوی، ۱/۱۰۶۴، ط/۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹م، فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور۔
۸۴۔ بدائع الصنائع (عربی)، کتاب الرھن، ۶/۱۴۶۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، العلامۃ، بدرالدین، ابو محمد، محمود بن احمد العینی (م۸۵۵ھ/۱۴۵۱م)، کتاب الرھن فی الحضر، باب الرھن مرکوب ومحلوب، ۱۳/۷۳، ط/ دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
۸۵۔ کتاب الفقہ علی المذھب الاربعۃ، کتاب الرھن، ۲/۷۶۔۶۷۵۔ بدایۃ المجتھد، کتاب الرھون، ۱/۲۴۷۔ کتاب الفروع، شمس الدین ابوعبداللہ، محمد بن المفلح المقدسی (م۷۶۳ھ)، باب الرھن، ۴/۲۲۵، ط/ الثانیۃ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲م، دار مصر للطباعۃ ۳۷ شارع کامل صدقی الفجالۃ

۸۶۔ حاشیہ نمبر 21 ملاحظہ ہو۔

۸۷۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار، ڈاکٹر، مولانا، اعجاز احمد، صمدانی ،ص/۱۱۹، ط/ ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء ،ادارہ اسلامیات، موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی۔

۸۸۔ شرح مجلّہ، الاتاسی، دفعہ/۸۳/ص/۳۵۸۔

۸۹۔ امداد الفتاوی، مولانا، اشرف علی تھانوی، مولانا، مفتی محمد شفیع، کتاب الرھن، ۳/۴۵۹، ط/سوم ۱۳۹۷ھ، مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴۔ تفسیر القرطبی، ۳/۲۶۶۔

۹۰۔ فتح القدیر، کتاب الحوالہ، ۶/۳۵۶، ط/ مکتبہ رضویہ سکھر۔

۹۱۔ المدونۃ الکبری، الامام، انس بن مالک، الاصحی (م ۱۷۹ھ) ،کتاب الرھن، ۴/۱۶۳، ط/۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶م، دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت لبنان۔

۹۲۔ السنن الکبری، ۵/۳۵۰ ،حدیث/ ۱۰۷۱۵۔

۹۳۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۲/۳۳۴۔

۹۴۔ الام، باب یفسد من الرھن من الشرط، ۳/۱۵۵۔

۹۵۔ شرح المھذب، ۳/۲۳۵۔

۹۶۔ المدونۃ الکبری، کتاب الرھن، ۴/۱۶۳۔

۹۷۔ بجیری علی الخطیب، الشیخ، سلیمان البجیری ،۳/۶۱، ط/۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸م، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان۔ مغنی المحتاج، کتاب الرھن، ۲/۱۲۲۔ المغنی، کتاب الرھن، ۴/۴۲۳، ۴۲۷۔

۹۸۔ شرح المھذب، ۳/۲۳۵۔

۹۹۔ قانون انتقال جائیداد، مرتبہ چوہدری صغیر احمد، ص/۱۳۲۔

۱۰۰۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، ص/۱۴۱۔

۱۰۱۔ قانون انتقال جائیداد، چوہدری صغیر احمد، دفعہ/۱۰۰/ص/۱۸۵۔۱۸۸۔

۱۰۲۔ قانون انتقال جائیداد، سید اظہار حیدر رضوی، دفعہ/۱۰۰/ص/۱۴۱ و مابعد۔

۱۰۳۔ چودھویں رپورٹ ص/۱۴۹۔

۱۰۴۔ نفس المرجع، ص/۱۵۰۔۱۴۹۔

۱۰۵۔ نفس المرجع، ص/۸۵۔

۱۰۶۔ نفس المرجع، ص/۱۵۰۔

۱۰۷۔ نفس المرجع، ص/۸۵۔

۱۰۸۔ اسلامی مالیاتی طریقہ کار بلاسود بنکنگ، محمد حفیظ ارشد ملک، ص/۱۳۰، ط/ ۲۰۰۵ء، الحفیظ ویلفیئر ٹرسٹ رجسٹرڈ اسلام آباد۔

۱۰۹۔ تفصلات کے لئے درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں: البقرۃ/ ۲۴۵، المآئدۃ/۱۲، الحدید/۱۱، ۱۸، التغابن/ ۱۸، المزمل/ ۲۰.

۱۱۰۔ tionary Of Islamic Terms By Deeb Al-Khudawi P.421,Al Yamama Printing and P.O.Box 337 Edition /1st,2004 AD. Publishing Damascus

۱۱۱۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار، ڈاکٹر، اعجاز احمد، صمدانی ،ص/ ۲۱، ط/ ۱۴۲۷ھ۔ دسمبر ۲۰۰۶ء ادارہ اسلامیات، موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی۔

۱۱۲۔ اہم فقہی فیصلے ،ص/ ۲۶۔ ۲۷ ۔

۱۱۳۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار،ص/ ۲۱۔

۱۱۴۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار،ص/ ۵۹۔

۱۱۵۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں ،ص/ ۵۹، ط/ دوم، دسمبر ۱۹۹۷ء، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد۔

۱۱۶۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ، مفتی محمد تقی عثمانی ،ص/ ۳۴۔ ۱۳۳، ط/ بدون تاریخ، مکتبہ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، پاکستان۔

۱۱۷۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار،ص/ ۶۱۔

۱۱۸۔ نفس المرجع۔

۱۱۹۔ غرر کی صورتیں، ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی ،ص/ ۳۶۳، ط/ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷م، ادارۃ المعارف کراچی۔

۱۲۰۔ المبسوط للامام السرخسی، کتاب الرحن، ۲۱/ ۷۰، ط/ الثالثۃ بدون تاریخ، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان۔

۱۲۱۔ اسلامی بینکاری اور غرر،ص/ ۹۳۔

۱۲۲۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۴۷۔

۱۲۳۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۴۹۔ بعض فقہاء کی رائے میں طبعی اضافہ جات مثلاً بکریوں کے بچے وغیرہ کو منافع جات میں شمار کیا جائے گا اور مضارب اور رب المال ان کو طے شدہ تناسب سے باہمی طور پر تقسیم کریں گے (روضۃ الطالبین ،الامام النووی ،۵/ ۱۲۵، ط/ ۱۴۰۵۔ ۱۹۸۵م، المکتب الاسلامی بیروت)۔

۱۲۴۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں ،ص/ ۵۴۔

۱۲۵۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں ،ص/ ۵۶۔

۱۲۶۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۱۹۵۔

۱۲۷۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۱۹۶۔

۱۲۸۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں ،ص/ ۱۹۔

۱۲۹۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۰۱۔ ۲۰۲۔

۱۳۰۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ،ص/ ۲۰۲۔

۱۳۱۔ اسلامی مالیاتی طریقہ کار،ص/ ۴۱۔

۱۳۲۔ جدید معاملات کے شرعی احکام، ۱/ ۸۸ ۔

۱۳۳۔ فقہی مقالات، مفتی محمد تقی العثمانی، ۱/ ۸۷۔
۱۳۴۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں، چھٹا البرکہ سیمینار فتوی نمبر۲۴،ص/۲۲۔
۱۳۵۔ سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب/ ۱۸، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ (ح ۱۲۳۱)ص/۲۹۲۔
۱۳۶۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں، چھٹا البرکہ سیمینار فتوی نمبر۲۴،ص/۲۲۔
۱۳۷۔ نیل الاوطار، محمد بن علی بن محمد الشوکانی (م۱۲۵۰ھ)، ۵/ ۱۷۲، ط/ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱م، شرکۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۔
۱۳۸۔ فقہی مقالات، ۱/ ۸۷۔
۱۳۹۔ سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب/ ۱۸، (ح ۱۲۳۱)، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ ،ص/۲۹۲۔
۱۴۰۔ المبسوط، شمس الدین السرخسی، ۱۲/ ۸ ۔مغنی المحتاج، کتاب الرھن، ۲/ ۱۳۱۔حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر، الشیخ محمد بن احمد بن عرفۃ الدسوقی المالکی (م۱۲۳۰ھ)، ۳/ ۵۸، ط/ الاولی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶م، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
۱۴۱۔ قسطوں پر خرید وفروخت کے شرعی احکام، مرتبہ، مجاہد الاسلام قاسمی، مقالہ ادھار اور بالاقساط خرید فروخت از خالد سیف اللہ، رحمانی، ص/ ۱۳۔۱۴، ط/ اول ۲۰۰۲م، ادارۃ القرآن، کراچی نمبر۵، پاکستان۔ اہم فقہی فیصلے ،ص/ ۱۱۷۔۱۱۹۔
۱۴۲۔ الفتاوی العالمکیریۃ المعروف بالفتاویٰ الہندیۃ، تألیف، العلامۃ الشیخ نظام ،کتاب البیوع، باب الرابع فی حبس المبیع ،۳/ ۱۵، ط/ بدون تاریخ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
۱۴۳۔ فقہی مقالات، ۱/ ۸۸۔۸۹۔
۱۴۴۔ ردالمحتار علی الدر المختار لمتن تنویر الابصار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ۱۰/ ۱۰۹ ۔
۱۴۵۔ ردالمحتار علی الدر المختار ،کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ۱۰/ ۱۰۹۔
۱۴۶۔ فقہی مقالات، ۱/ ۸۸۔۸۹۔
۱۴۷۔ الجامع الصغیر، الحافظ، ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)، کتاب الرھن، ص/ ۴۸۸، ط/ بدون تاریخ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، دی/ ۴۳۷۔ایست ۵ ،کراتشی، باکستان۔
۱۴۸۔ ردالمحتار علی الدر المختار لمتن تنویر الابصار ،کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ۱۰/ ۱۰۹۔
۱۴۹۔ فقہی مقالات، ۱/ ۸۸۔
۱۵۰۔ المغنی، کتاب الرھن ۴/ ۴۲۰ ۔
۱۵۱۔ المغنی، کتاب الرھن ۴/ ۴۲۷۔
۱۵۲۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں، مفتی محمد تقی عثمانی ،ص/ ۱۰۵۔
۱۵۳۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں، مفتی محمد تقی عثمانی ،ص/ ۱۰۶۔